باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ: سیاست وحکومت

کے احکام وآداب

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: سیاست وحکومت

اضافہ واصلاح شدہ تیسرا ایڈیشن

انتخاب اور ووٹ

کے احکام وآداب

حکومت کے قیام کی ضرورت، حکومت کے قیام کا طریقہ
امیدوار اور ووٹر کی شرعی حیثیت، ووٹ کی شرعی حیثیتیں
ووٹ کیسے شخص کو دیا جائے؟ ووٹ کو استعمال نہ کرنا، ووٹ کا غلط استعمال کرنا
ووٹ کے بارے میں احکام اور مختلف غلط فہمیوں اور کوتاہیوں کا تجزیہ
ووٹ کے آداب

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: انتخاب اور ووٹ کے احکام وآداب

مؤلف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: ذُوالحجہ ۱۴۲۸ھ۔ دسمبر 2007ء طباعتِ سوم: رجب ۱۴۳۴ھ مئی 2013

صفحات: ۸۸

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270

ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ فون: 042-37353255

کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔ فون: 051-5771798

دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631861

مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37228196

مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔ فون: 0992-340112

ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون: 061-4514929

ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35032020

مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔ فون 048-3226559

مکتبہ شہید اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد۔ فون: 0321-5180613

ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ فون: 051-2254111

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ فون: 061-4540513

مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔ فون: 041-8715856

کتب خانہ شمسیہ، نزد ایری گیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔ فون: 0333-7827929

مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35123130

تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔ فون: 051-5774634

مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 021-34856701

مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4212716

مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔ فون: 041-2601919

اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔ فون: 048-3712628

اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: 051-4830451

مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37232536

الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5553248

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اسلام کی معجزانہ تعلیمات کا دائرہ زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہے، اور اس نے کسی زمانہ میں انسانیت کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑا، بلکہ ہر زمانہ اور ہر دور سے متعلق اس کی معجزانہ تعلیمات راہِ ہدایت فراہم کرتی ہیں، سیاست وحکوت کے شعبہ کے متعلق بھی شریعت نے جامع ہدایات پیش فرمائی ہیں، جن میں حکمرانی اور حکومت اور عوام ورعایا کے متعلق بھی ایسی جامع تعلیمات موجود ہیں کہ دیگر اقوام ومذاہب میں ان کا عشرِ عشیر بھی نہیں ملتا، مگر بدقسمتی سے مسلمانوں کے ان تعلیمات سے ناواقف ہونے اور طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی سیاست وحکومت میں ناگفتہ بہ حد تک بگاڑ وفساد پیدا ہوگیا ہے۔

اس لئے سیاست وحکومت سے متعلق اسلامی تعلیمات وہدایات کو جہاں ایک طرف حکمرانوں کو ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے، وہاں عوام کے لئے بھی ان سے شناسائی ضروری ہے۔

بندہ نے ''سیاست وحکومت کے احکام'' سے متعلق اسلام کی معجزانہ تعلیمات کو جمع کیا، تو اس موضوع پر تفصیلی کتاب بن گئی، جس کا ایک حصہ ''انتخاب اور ووٹ کے احکام وآداب'' سے متعلق تھا، اس حصہ کے عوام سے متعلق ہونے اور اس کی بابت بے شمار بدعنوانیوں کے معاشرہ میں پائے جانے کی وجہ سے خیال ہوا کہ اس حصہ کو الگ سے رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہونا چاہئے۔ اسی غرض سے ''انتخاب اور ووٹ کے احکام وآداب'' کے نام سے اس رسالہ کی الگ سے اشاعت کی جارہی ہے، جبکہ یہ مضمون مختصر رسالہ کی شکل میں پہلے بھی شائع ہو چکا ہے، مگر اس دفعہ اس میں غیر معمولی اصلاحات واضافات اور ترامیم کی گئی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

محمد رضوان۔ ۵/ رجب المرجب/۱۴۳۴ھ 5 /مئی/2013ء بروز جمعرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیامِ حکومت کی ضرورت اور اس کے انتخاب کا طریقہ

پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حکومت کا قیام نقل وعقل کے اعتبار سے ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر ملک کے نظم ونسق کو چلانا تقریباً ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی ملک کی حکومت ختم یا کمزور ہونے کی صورت میں، اُس ملک کے اندر بے راہ روی، قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور ایک طرح سے ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آجاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کو اپنے دینی ودنیاوی معمولاتِ زندگی پورا کرنا اور چلانا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔

اور اس ملک پر دشمنوں کی چڑھائی اور قبضہ آور ہونے کا بھی خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

اس لئے اسلام میں حکومت بلکہ صحیح، مؤثر اور مضبوط حکومت کے قیام پر بہت زور دیا گیا ہے، اور اسی لئے بعض احادیث میں حکمران کی بیعت کئے بغیر فوت ہوجانے کی برائی بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے (حکمران وقانون کی شرعی اور جائز کاموں میں) اطاعت سے ہاتھ نکال لیا، تو وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو اس حال میں مَرا کہ اس کی گردن میں کسی (حکمران) کی (سیاسی)

---

[1] رقم الحديث ۱۸۵۱ ”۵۸“ كتاب الامارة، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن الخ.

بیعت نہ تھی، تو وہ جاہلیت کی موت مَرا (مسلم)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِمَامٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (السنة لابن ابی عاصم، رقم الحديث ١٠٥٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس حال میں مَرا کہ اُس پر کوئی امام (وحکمران) نہ تھا، تو وہ جاہلیت کی موت مَرا (ابن ابی عاصم)

زمانۂ جاہلیت میں کسی کو بڑا بنانے اور حکمران تسلیم کرنے کا رواج نہیں تھا، اور اسی لئے کسی سے سیاسی بیعت ہونے کو بھی گوارا نہیں کیا جاتا تھا، اور اس کی وجہ سے ہمہ وقت قتل وغارت گری کا بازار گرم رہتا تھا۔

اس حدیث میں جہاں ایک طرف حکمران کے خلاف بغاوت سے منع کیا گیا ہے، اور اس کی جائز کاموں میں اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، وہیں حکمران کی سیاسی بیعت کیے بغیر فوت ہونے کی بھی یہ بُرائی بیان کی گئی ہے کہ وہ جاہلیت کی موت مرے گا، جس سے حکومت کے قیام کی ضرورت واہمیت واضح ہوئی۔ [2]

---

[1] قال الالبانی: إسناده حسن (ظلال الجنة فی تخريج السنة)

[2] (وعنه قال :سمعت رسول الله يقول :من خلع يدا من طاعة) أی خرج عنها بالخروج على الإمام وعدم الانقياد له فی غير معصية بأی وجه كان، أطلق خلع اليد وأراد به لازمه وهو إبطال المبايعة بالخروج عن الطاعة مجازا مرسلا، قال العاقولی :يكنی بخلع اليد عن نكث العهد لأن المعاهد يضع يده فی يد من عاهد غالبا (لقی الله يوم القيامة ولا حجة له) أی لا حجة له يومئذ فيما فعله من نبذ الطاعة ولا عذر له فيه (ومن مات وليس فی عنقه بيعة) أی للإمام بالسمع والدخول فی طاعته والجملة فی محل الحال من فاعل مات قيد له .(مات ميتة جاهلية) هی صفة ميتة أی مات على الضلالة كما يموت أهل الجاهلية عليها من جهة أنهم كانوا لا يدخلون تحت طاعة أمير ويرون ذلک عيبا بل كان ضعيفهم نهبا لقويهم (رواه مسلم) فی المغازی من صحيحه منفردا به عن باقی الستة.(وفی رواية له) أی لمسلم عن ابن عمر مرفوعا (ومن مات وهو مفارق للجماعة) وهو شامل لعدم المبايعة والدخول فی الطاعة ابتداء وللخروج عنها بعد الدخول فيها، والمراد بالجماعة الإمام وجيش الإسلام، ويجوز أن يراد به مفارقة الجماعة فی الصلوات كالروافض فإنه لبدعتهم لا يرون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین آدمی سفر میں نکلیں، تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں (ابوداؤد)

جب سفر کی حالت میں بھی تین آدمیوں کو اپنے میں سے کسی ایک کو امیر مقرر کر لینے کا حکم ہے، تو ملک کی قیادت کے لئے امیر و حکمران مقرر کر لینے کی اہمیت کیا کچھ ہوگی؟ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدخول تحت طاعة أئمة الحق والانقياد لهم إلا اضطرارا وتقية (فإنه يموت ميتة جاهلية) أى مات على هيئة موت أهل الجاهلية فإنهم كانوا أفرادا لا إمام يردعهم ولا جماعة تجمعهم، قال المصنف (الميتة بكسر الميم) للنوع والحالة(دليل الفالحين، ج۵، ۱۲۸، باب وجوب طاعة ولاة الأمر)

(وعن عبد الله بن عمر قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من خلع يدا من طاعة) أى أى طاعة كانت قليلة أو كثيرة، قال الطيبى :ولما كان وضع اليد كناية عن العهد وإنشاء البيعة لجرى العادة بوضع اليد على اليد حال المعاهدة كنى عن النقض بخلع اليد ونزعها يريد من نقض وخلع نفسه عن بيعة الإمام (مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ۲۳۹۸، كتاب الإمارة والقضاء)

[1] رقم الحديث ۲۶۰۸، كتاب الجهاد،باب فى القوم يسافرون يؤمرون أحدهم.

[2] أولا :السياسة الشرعية فى الحكم: الإمامة :من الثابت أن الإسلام دين ودولة؛ لأن القرآن الكريم هو كتاب عقيدة كما هو كتاب أحكام وقواعد تنظم صلة الإنسان بالإنسان والإنسان بالمجتمع، والمجتمع المسلم بغير المسلم فى حالة السلم والحرب . وهو إلى جانب ذلك يحوى كل أنواع الحقوق وفروعها .فالحقوق المدنية إلى جانب الحقوق الجزائية، والاقتصادية، والمالية، والتجارية، والدولية بفرعيها العامة والخاصة . ولم تكن هذه الحقوق مواعظ متروكة لرغبة الإنسان، وإنما هى أحكام آمرة واجبة التنفيذ، وهذا لا يكون إلا بقيام الدولة.

وهذه الدولة لا بد لها من إمام (رئيس) يتولى أمورها، كما يسهر على مصلحة الأمة، وقد أرشد القرآن الكريم إلى ذلك بهذه الآية المجيدة :(وإذ قال ربك للملائكة إنى جاعل فى الأرض خليفة. .) قال القرطبى :هذه الآية أصل فى نصب إمام وخليفة يسمع له ويطاع؛ لتجتمع به الكلمة، وتنفذ به أحكام الخليفة.وفى السنة أن رسول الله عليه الصلاة والسلام قال :لا يحل لثلاثة نفر يكونون بأرض فلاة إلا أمروا عليهم أحدهم.وقال :إذا خرج ثلاثة فى سفر فليؤمروا أحدهم.

قال الشوكانى :وإذا شرع هذا لثلاثة يكونون فى فلاة من الأرض أو يسافرون، فشرعيته لعدد أكثر يسكنون القرى والأمصار ويحتاجون لدفع التظالم وفصل التخاصم، أولى وأحرى .وفى ذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا أَنْكَرَ النَّاسُ سِيرَةَ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ، فَزِعَ النَّاسُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ: اِصْبِرُوا؛ فَإِنَّ جَوْرَ إِمَامٍ خَمْسِينَ عَامًا خَيْرٌ مِّنْ هَرْجِ شَهْرٍ، وَذٰلِكَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ إِمَارَةٍ بَرَّةٍ أَوْ فَاجِرَةٍ، فَأَمَّا الْبَرَّةُ فَتَعْدِلُ فِي الْقَسْمِ، وَيُقْسَمُ بَيْنَكُمْ فَيْؤُكُمْ بِالسَّوِيَّةِ، وَأَمَّا الْفَاجِرَةُ فَيُبْتَلٰى فِيهَا الْمُؤْمِنُ، وَالْإِمَارَةُ الْفَاجِرَةُ خَيْرٌ مِّنَ الْهَرْجِ ، قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ : اَلْقَتْلُ وَالْكَذِبُ

(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۰۲۱۰)

ترجمہ: جب لوگوں نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط (حکمران) کے طرزِ عمل کو برا سمجھا، تو لوگ گھبرا کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم (حکمران کی ناگوار باتوں پر) صبر کرو، پس بے شک حکمران کا پچاس سال ظلم کرنا بہتر ہے، ایک مہینہ کے ’’ھرج‘‘ (یعنی بغیر حکومت کے قتل وقتال اور خانہ جنگی) سے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے لئے حکومت ضروری ہے، خواہ نیک ہو، یا فاجر (یعنی فاسق اور گناہ گار وظالم) جہاں تک نیک حکومت کا تعلق ہے، تو وہ تقسیم میں عدل وانصاف سے کام لیتی ہے، اور تمہارے درمیان تمہارا مال انصاف کے ساتھ برابر تقسیم کیا جاتا ہے، اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

دليل لقول من قال :إنه يجب على المسلمين نصب الأئمة والولاة والحكام .ولما كان صلاح البلاد وأمن العباد وقطع مواد الفساد وإنصاف المظلومين من الظالمين لا يتم إلا بسلطان قاهر قادر لذلك وجب نصب إمام يقوم بحراسة الدين وسياسة أمور الأمة، وهو فرض بالإجماع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص۳۰۳، أنواع السياسة الشرعية)

جہاں تک فاجر (یعنی فاسق اور گناہ گار وظالم) حکومت کا تعلق ہے، تو اس میں مومن کی آزمائش کی جاتی ہے، اور فاجر (فاسق اور گناہ گار وظالم) حکومت بہتر ہے ھرج سے، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ھرج کیا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ قتل وقتال (خانہ جنگی) اور جھوٹ (دھوکہ وفریب) (طبرانی)

یہ حدیث سند کے اعتبار سے درست ہے۔ [1]

---

[1] علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے رِجال کو ثقہ قرار دیا ہے، سوائے وہب اللہ بن رزق کے، اُن کے بارے میں انہوں نے عدمِ معرفت کا اظہار کیا ہے۔

چنانچہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رواه الطبرانی، وفيه وهب الله بن رزق ولم أعرفه، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۱۲۴، كتاب الخلافة، باب لزوم الجماعة وطاعة الأئمة والنهی عن قتالهم)

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے مطابق وھب بن رزق کی کنیت ابو ہریرہ مصری ہے، جنہوں نے بشر بن بکر اور یحیٰی بن بکیر اور عبداللہ بن یحیٰی معافری وغیرہ سے سماعت کی ہے، اور ان سے ابوبکر بن ابی داؤ د اور محمد بن عبداللہ بن عرس شیخ طبرانی نے سماعت کی ہے۔

چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وهب الله بن رزق، أبو هريرة المصری. لم يذكره ابن يونس فی تاريخه .سمع :بشر بن بكر التنيسی، ويحيى بن بكير، وعبد الله بن يحيى المعافری، وغيرهم .وعنه :أبو بكر بن أبی داود، ومحمد بن عبد الله بن عرس شيخ الطبرانی(تاريخ الاسلام للامام الذهبی، ج۵ص ۱۲۸۰)

نیز امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی ان سے سماعت کی بھی روایت کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شامل ہیں، اس لئے ان کو مجہول سمجھنا درست نہیں، اور رجحان یہی ہے کہ یہ بھی ثقہ ہیں۔

حدثنا أبو هريرة وهب الله بن رزق المصری، حدثنا محمد بن إدريس الشافعی، وخالد بن نزار قالا :حدثنا سفيان بن عيينة، عن إسماعيل بن أبی خالد، عن قيس بن أبی حازم، عن أبی بكر الصديق، رضی الله عنه قال " :إنما مثلنا ومثل الأنصار ما قاله الغنوی لبنی جعفر: (البحر الطويل)

جزى الله عنا جعفرا حين أزلفت ...بنا نعلنا فی الواطئين فزلت

أبوا أن يملونا، ولو أن أمنا ...تلاقی الذی يلقون منا لملت"

زاد محمد بن إدريس، رحمه الله:

هم خلطونا بالنفوس وألجئوا ...إلى حجرات أدفأت، وأظلت (معرفة السنن والآثار، للبيهقی، رقم الحديث ۲۰۸۷۳)

ابنِ بطال رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی اسی طرح کا نقل کیا ہے۔[1]

اس حدیث سے حکومت کے قیام کی اہمیت وضرورت واضح ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عادلانہ حکومت کا قیام، فاجرانہ حکومت کے مقابلہ میں مقدم واہم ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو، یا اس پر قدرت نہ ہو، تو تب بھی فاجر حکومت کا قیام ضروری ہے۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْهَدْ إِلَيْنَا عَهْدًا نَأْخُذُ بِهٖ فِيْ إِمَارَةٍ، وَلٰكِنَّهُ شَيْءٌ رَأَيْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنْفُسِنَا، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ أَبُوْ بَكْرٍ،

---

[1] وذكر على بن معبد، عن على بن أبى طالب أنه قال :لابد من إمامة برة أو فاجرة .قيل له :البرة لابد منها،فما بال الفاجرة؟ قال :تقام بها الحدود، وتأمن بها السبل، ويقسم بها الفىء، ويجاهد بها العدو .ألا ترى قوله (صلى الله عليه وسلم) فى حديث ابن عباس :(من خرج من السلطان شبرا مات ميتة جاهلية)(شرح صحيح البخارى۔ لابن بطال، ج۱۰ ص۷ الىٰ ۹،باب قول النبى صلى الله عليه وسلم سترون بعدى أمورا تنكرونها)

[2] تقديم الأمثل عند الاضطرار : ذكر الفقهاء أنه إذا تعذر اجتماع كل هذه الشروط فى الناس، وفقد مكتمل هذه الأوصاف فى وقت من الأوقات، فلا يعطل إسناد الولايات العامة فى الدولة، بل يجب تقديم الأصلح والأمثل فى كل ولاية بحسبها، إذ الضرورات تبيح المحظورات، ولأن حفظ بعض المصالح أولى من تضييعها كلها، فلا يجوز تعطيل أصل المصالح لوجود بعض الفسق فى ولاة الأمر، ولأن البعيد مع الأبعد قريب، وأهون الشرين خير بالإضافة، وقد قال الله تعالى: (فاتقوا الله ما استطعتم) فعلق تحصيل التقوى على الاستطاعة، فكذا المصالح كلها.

وقال سبحانه : (لا يكلف الله نفسا إلا وسعها) فدل على أنه لا تكليف إلا مع القدرة، وأن الأمر يسقط بالعجز .وفى ذلك يقول العز بن عبد السلام :لو تعذرت العدالة فى جميع الناس لما جاز تعطيل المصالح المتعلقة بالقضاة والخلفاء والولاة، بل قدمنا أمثل الفسقة فأمثلهم، وأصلحهم للقيام بذلك فأصلحهم، بناء على أنا إذا أمرنا بأمر أتينا منه بما قدرنا عليه، ويسقط عنا ما عجزنا عنه، ولا شك أن حفظ البعض أولى من تضييع الكل.

ومع أنه يجوز تولية غير الأهل للضرورة إذا كان أصلح الموجود، فيجب مع ذلك السعى فى إصلاح الأحوال حتى يكمل فى الناس ما لا بد لهم منه من أمور الولايات والإمارات ونحوها، كما يجب على المعسر السعى فى وفاء دينه، وإن كان فى الحال لا يطلب منه إلا ما يقدر عليه، وكما يجب الاستعداد للجهاد بإعداد القوة ورباط الخيل فى وقت سقوطه للعجز، فإن ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص۱۴۴ وص۱۴۵، مادة "ولاية")

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی أَبِیْ بَکْرٍ، فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی عُمَرَ، فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، حَتّٰی ضَرَبَ الدِّیْنُ بِجِرَانِهٖ (مسند احمد، رقم الحدیث ۹۲۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں امارت (وحکومت) کے سلسلے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی جس پر ہم عمل کرتے، بلکہ یہ تو ایک چیز تھی جس کو ہم نے خود سے تجویز کرلیا تھا، پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان پر اللہ کی رحمت ہو، وہ (حق پر) قائم رہے اور (حق) قائم کرگئے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، عمر پر بھی اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، وہ بھی (حق پر) قائم رہے اور (حق) قائم کرگئے، یہاں تک کہ دین نے اپنی گردن جھکادی (یعنی دین خوب بھاری ومضبوط ہوگیا) (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ حکمران کو منتخب کرنے کی ذمہ داری اس خطہ کے باشندوں کی ہے، لیکن اس کے منتخب کرنے کا کوئی متعین طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز نہیں فرمایا۔

حکمران کا انتخاب، مشورہ کے بعد بیعتِ عام کے ذریعہ سے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ سَمِعَ خُطْبَةَ عُمَرَ الْآخِرَةَ حِيْنَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذٰلِکَ الْغَدَ مِنْ يَوْمٍ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَشَهَّدَ وَأَبُوْ بَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ، قَالَ: كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ يَّعِيْشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَدْبُرَنَا، يُرِيْدُ بِذٰلِکَ أَنْ يَّكُوْنَ آخِرَهُمْ، فَإِنْ يَّکُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُوْرًا تَهْتَدُوْنَ بِهٖ، هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

---

[1] فی حاشیة مسنداحمد: صحیح لغیرہ.

وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَانِيَ اثْنَيْنِ، فَإِنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِأُمُوْرِكُمْ، فَقُوْمُوْا فَبَايِعُوْهُ، وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ قَدْ بَايَعُوْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ لِأَبِيْ بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ: اِصْعَدِ الْمِنْبَرَ، فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ حَتّٰى صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً (بخاری) [1]

ترجمہ: انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری خطبہ سنا جب کہ وہ منبر پر بیٹھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دوسرا دن تھا، انہوں نے خطبہ پڑھا اور حضرت ابوبکر خاموش بیٹھے ہوئے تھے، کچھ نہیں بول رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں امید کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں گے، یہاں تک کہ ہمارے بعد انتقال فرمائیں گے، پھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو اللہ نے تمہارے سامنے نور (یعنی قرآن مجید) کو مقرر کر دیا ہے، جس کے ذریعے تم ہدایت پاتے ہو، جس سے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت بخشی، بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، جو غار میں بھی آپ کے دوسرے ساتھی تھے، اور وہی مسلمانوں میں تمہارے امور کے والی (وحاکم) ہونے کے زیادہ مستحق ہیں، اس لئے اٹھو اور ان کی (حکومت وخلافت کی) بیعت کرو، ان میں سے ایک جماعت اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکی تھی، اور عام بیعت (اس وقت) منبر پر ہوئی، حضرت زہری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس دن سنا، وہ حضرت ابوبکر سے کہتے رہے کہ منبر پر چڑھیے اور برابر کہتے رہے، یہاں تک کہ وہ منبر پر چڑھے اور عام لوگوں

[1] رقم الحدیث ۷۲۱۹، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف.

نے آپ کی (خلافت وحکومت کی) بیعت کی (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت وخلافت کے لئے بیعتِ عام ہونی چاہئے، اور ایسے شخص کو حکومت کے لئے مقرر کرنا چاہئے کہ جو لوگوں کے معاملات کو بہتر طریقہ پر انجام دے سکے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَا يُبَايَعُ هُوَ وَلَا الَّذِىْ بَايَعَهُ(بخاری) [1]

ترجمہ: جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی سے (حکومت کے لئے) بیعت کی، تو اس کی پیروی نہیں کی جائے گی، اور نہ اس کی پیروی کی جائے گی، جس نے اس کی بیعت کی (بخاری)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَمَا وَاللّٰهِ مَا وَجَدْنَا فِيْمَا حَضَرْنَا أَمْرًا هُوَ أَقْوٰى مِنْ مُبَايَعَةِ أَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، خَشِيْنَا إِنْ فَارَقْنَا الْقَوْمَ، وَلَمْ تَكُنْ بَيْعَةٌ، أَنْ يُّحْدِثُوْا بَعْدَنَا بَيْعَةً، فَإِمَّا أَنْ نُتَابِعَهُمْ عَلٰى مَا لَا نَرْضٰى، وَإِمَّا أَنْ نُّخَالِفَهُمْ فَيَكُوْنَ فِيْهِ فَسَادٌ، فَمَنْ بَايَعَ أَمِيْرًا عَنْ غَيْرِ مَشُوْرَةِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَا بَيْعَةَ لَهٗ، وَلَا بَيْعَةَ لِلَّذِىْ بَايَعَهٗ(مسند احمد، رقم الحديث ۳۹۱) [2]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! آج ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے واقعے سے زیادہ مضبوط حالات کا سامنا نہیں ہے، ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر لوگ ہم سے جدا ہو گئے اور اس وقت کسی کی (حکمرانی کی) بیعت نہ ہوئی، تو وہ کسی سے بھی ہمارے جدا ہونے کے بعد بیعت کرلیں گے، پھر یا تو ہم

---

[1] رقم الحديث ٦٨٣٠، كتاب الحدود، باب رجم الحبلى من الزنا إذا أحصنت.

[2] فى حاشية مسند احمد: إسناد حديث السقيفة صحيح على شرط مسلم .

ناپسندیدہ چیزوں پر ان کی اتباع کریں گے، یا پھر ہم ان کی مخالفت کریں گے، جس سے فساد واختلاف ہوگا، پس جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی بیعت کرے گا اس کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں، اور نہ ہی اس شخص کی (حکومت کی) بیعت معتبر ہوگی جس سے بیعت لی گئی ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ حکمرانی کے لئے باہمی مشورہ سے بیعتِ عام ہونی چاہیے، جس سے مراد یہ ہے کہ کثرت سے لوگ بیعت کریں، اور اس بیعت کو سیاسی اور اِمارتی بیعت کہا جاتا ہے۔

اور حکمرانی کے انتخاب کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے سے موجود حکمران اپنے بعد حکمرانی کے لئے کسی معتبر شخص کو دیانت دارانہ وذمہ دارانہ طریقہ پر مقرر وتجویز کردے، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مقرر وتجویز فرمایا تھا۔

اور اگر دیانت دار وذمہ دار کچھ لوگوں کی شوریٰ مقرر کردی جائے، اور پھر یہ شوریٰ دیانت دارانہ وذمہ دارانہ طریقہ پر حکمران کا انتخاب کرے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حکمران کے انتخاب کے لئے کیا تھا، تو بھی جائز ہے۔ [1]

اور اگر حکومت کے انتخاب کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور مناسبِ حال طریقہ تجویز کیا جائے، جس پر عوام کا اتفاق ہوجائے اور شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی بھی لازم نہ آئے، تو بھی جائز ہے، کیونکہ شریعت نے حکومت کے انتخاب کا کوئی ایک مخصوص طریقہ مقرر نہیں کیا، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے پیشِ نظر اصل مقصود، انتشار وافتراق کو ختم کرکے کسی حکومت وحکمران پر عمومی اتفاق کا حاصل ہوجانا ہے۔

---

[1] قوله فبايعه الناس عامة أى كانت البيعة الثانية أعم وأشهر وأكثر من المبايعة التى وقعت فى سقيفة بنى ساعدة(فتح البارى، ج۱۳، ص ۲۰۹، باب الاستخلاف)

وفى الحديث جواز عقد الخلافة من الإمام المتولى لغيره بعده وإن أمره فى ذلك جائز على عامة المسلمين لإطباق الصحابة ومن بعدهم معهم على العمل بما عهده أبو بكر لعمر، وكذا لم يختلفوا فى قبول عهد عمر إلى الستة وهو شبيه بإيصاء الرجل على ولده ليكون نظره فيما يصلح أتم من غيره فكذلك الإمام، وقال النووى وغيره أجمعوا على انعقاد الخلافة بالاستخلاف وعلى انعقادها بأهل الحل والعقد لإنسان حيث لا يكون هناك استخلاف غيره وعلى جواز جعل الخليفة الأمر شورى بين عدد مخصوص أو غيره(ارشاد السارى، ج۱۰، ص ۲۷۱، باب الاستخلاف)

پھر حکمران سے سیاسی و اِمارتی بیعت میں سب لوگوں کا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کافی ہے، جس سے جبر و اکراہ کے بغیر کسی کی حکمرانی وحکومت پر دوسروں کی طرف سے رضامندی ظاہر ہو جائے۔ [1]

اور اگر سب لوگ تو بیعت نہ کریں، اور کچھ لوگ کسی عذر سے پیچھے رہ جائیں، مگر دوسرے ذمہ دار اور اصحابِ رائے کسی حکومت پر بیعت کرلیں، تب بھی یہ بیعت معتبر ہو جاتی ہے۔ [2]

---

[1] چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالملک بن مروان سے تحریری طور پر سیاسی و اِمارتی بیعت کی تھی۔

عن عبد الله بن دينار، أن عبد الله بن عمر، كتب إلى عبد الملك بن مروان يبايعه :وأقر لك بذلك بالسمع والطاعة على سنة الله وسنة رسوله فيما استطعت (بخارى، رقم الحديث ٧٢٧٢)

[2] قال الإمام: إنما تأخر على عن البيعة ، فقد ذكر عذره عنه فى كتاب مسلم واعتذار الصديق عنه. ويكتفى فى بيعة الإمام بآحاد من أهل الحل والعقد ، ولايفتقر إلى بيعة كل الأمة ، ولايلزم كل الأمة ان يأتوا إليه يضعون أيديهم بيده ، وإنما يلزم إذا عقد أهل الحل والعقد انقياد البقية ألا يظهروا خلافا ولايشقوا العصا .وهكذا كان على -رضى الله عنه -ما ظهر على أبى بكر -رضى الله عنه - خلافا ولاشق عصاه (اكمال المعلم، ج٦، ص ٤٢، باب قول النبى (صلى الله عليه وسلم) : لا نورث ، ما تركنا فهو صدقة)

وقال المارزى :العذر لعلى، رضى الله تعالى عنه، فى تخلفه مع ما اعتذر هو به أنه يكفى فى بيعة الإمام أن يقع من آحاد أهل الحل والعقد، ولا يجب الاستيعاب، ولا يلزم كل أحد أن يحضر عنده ويضع يده فى يده، بل يكفى التزام طاعته والانقياد له بأن لا يخالفه ولا يشق العصا عليه، وهذا كان حال على، رضى الله تعالى عنه، ولم يقع منه إلا التأخر عن الحضور عند أبى بكر، رضى الله تعالى عنه(عمدة القارى، ج١٧، ٢٥٩، باب غزوة خيبر)

قال المازرى العذر لعلى فى تخلفه مع ما اعتذر هو به أنه يكفى فى بيعة الإمام أن يقع من أهل الحل والعقد ولا يجب الاستيعاب ولا يلزم كل أحد أن يحضر عنده ويضع يده فى يده بل يكفى التزام طاعته والانقياد له بأن لا يخالفه ولا يشق العصا عليه وهذا كان حال على لم يقع منه إلا التأخر عن الحضور عند أبى بكر(فتح البارى، ج٧، ص ٤٩٤، قوله باب غزوة خيبر)

يختلف حكم المبايعة باختلاف المبايعين، فأهل الحل والعقد يجب عليهم بيعة من يختارونه للإمامة ممن قد استوفى الشروط الشرعية لها . وأما سائر الناس، فالأصل وجوب البيعة على كل واحد منهم بناء على بيعة أهل الحل والعقد، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :من مات وليس فى عنقه بيعة لإمام مات ميتة جاهلية ولكن المالكية ذهبوا إلى أنه يكفى سائر الناس أن يعتقدوا أنهم تحت أمر الإمام المبايع، وأنهم ملتزمون بالطاعة له . هذا بالنسبة للمبايعين من أهل الحل والعقد وسائر الناس،أما من جهة المختار ليكون إماما فيجب عليه قبول البيعة إن تعينت الإمامة، بأن لا يوجد غيره مستوفيا للشروط، فإن كان المستوفون للشروط أكثر من واحد، كان قبول البيعة فرض كفاية (وانظر مصطلح :الإمامة الكبرى، وأهل الحل والعقد)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٩، ص ٢٧٥، الحكم التكليفى للبيعة، ماده بيعة)

امیدوار Candidate کی حیثیت

حکومت کے کسی عہدہ کی ذمہ داری کیونکہ بہت نازک کام اور اہم قومی امانت ہے، اس لئے شریعت نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر صلاحیت وقوت کے اس عہدہ پر فائز ہونے کو پسند نہیں کیا، اور اس سے حتی الامکان بچنے میں ہی عافیت بتلائی ہے۔ [۱]

البتہ اگر کسی میں حکومت کی اہلیت وصلاحیت اور قوت موجود ہو، اور اسے امانت ودیانت کے ساتھ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا عزم اور اس کی اُمید ہو، تو پھر اس عہدہ کو سنبھالنے میں گناہ بھی نہیں، بلکہ خدمتِ خلق کے جذبہ سے عدل وانصاف کے ساتھ اس ذمہ داری کو انجام دینا عظیم اجروثواب کا باعث بھی ہے۔ [۲]

---

[۱] عن أبي ذر، قال :قلت :يا رسول الله، ألا تستعملني؟ قال :فضرب بيده على منكبي، ثم قال :يا أبا ذر، إنك ضعيف، وإنها أمانة، وإنها يوم القيامة خزي وندامة، إلا من أخذها بحقها، وأدى الذي عليه فيها(مسلم، رقم الحديث ۱۸۲۵ "۱٦")

[۲] عن حفص بن عاصم عن أبي سعيد الخدري أو عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله :إمام عادل،وشاب نشأ في عبادة الله ورجل قلبه معلق بالمسجد إذا خرج منه حتى يعود إليه ورجلان تحابا في الله اجتمعا على ذلك وتفرقا ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه ورجل دعته امرأة ذات حسب وجمال فقال إني أخاف الله ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينهٔ(صحيح ابن حبان،رقم الحديث ۷۳۳۸، ج۱٦ ص ۳۳۲)

في حاشية ابنِ حبان:إسناده صحيح على شرط الشيخين.

عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :الإمام العادل لا ترد دعوته (مسند احمد،رقم الحديث ۹۷۲۵)

في حاشية مسند احمد:حديث حسن.

عن عياض بن حمار أن النبي صلى الله عليه وسلم قال" :أهل الجنة ثلاثة ذو سلطان مقسط موفق ورجل رحيم رقيق القلب بكل ذي قربى ومسلم ورجل فقير عفيف متصدق "(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۷۴۵۳،واللفظ لهٔ، مسلم ،رقم الحديث ۲۸٦۵ "٦۳")

في حاشية ابنِ حبان:إسناده على شرط مسلم.

اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ حکومتی عہدہ ومنصب کی ذمہ داری (بلکہ کسی بھی اجتماعی کام کی انجام دہی) ونمائندگی کے لیے جو شخص بطور اُمیدوار کھڑا ہوتا ہے، وہ گویا کہ اس کام کے سلسلہ میں عوام کے سامنے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اس منصب وعہدہ کی اپنے اندر اہلیت وصلاحیت اور قوت رکھتا ہے، اور وہ اس ذمہ داری وخدمت کو دیانت وامانت داری کے ساتھ ادا کرے گا۔

لہٰذا اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے، تو ٹھیک، ورنہ وہ جھوٹا مدعی اور خائن کہلائے جانے کا مستحق ہوگا۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کے لیے جو امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو، وہ گویا پوری ملّت کے سامنے دو چیزوں کا مدّعی ہے؛ ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے جس کا امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ وہ دیانت وامانتداری سے اس کام کو انجام دے گا۔ اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعوے میں سچا ہے، یعنی قابلیت بھی رکھتا ہے اور امانت دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے، اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو، بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کردے، اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں، وہ اگر امیدوار ہو کر کھڑا ہو تو قوم کا غدار اور خائن ہے، اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کے لیے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا پہلے تو وہ خود غدار اور خیانت کا مجرم ہو کر عذابِ جہنم کا مستحق بن جائے گا، اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے، اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال ہی تک محدود تھی، کیونکہ بنصِ حدیث ہر شخص (اپنی ذات کے علاوہ) اپنے اہل وعیال کا بھی ذمہ دار ہے اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلقِ خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، اُن سب کی ذمہ داری کا بوجھ اُس کی گردن پر آتا ہے، اور وہ دنیا وآخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے (جواہرُ الفقہ ج۵، ص۵۳۲، طبع جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق نومبر ۲۰۱۰ء)

اور حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ممبری کا امیدوار گویا اس کا مدعی ہوتا ہے کہ وہ اس کام کی قابلیت اپنے اندر رکھتا ہے جس کا وہ امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ وہ امانت ودیانت داری سے اس کام کو انجام دے گا۔ جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہ ہو وہ اگر امیدوار ہو کر کھڑا ہوتا ہے تو ایسا شخص جھوٹا مدعی ہے اور ملک وملت کی خرابی کا سبب بننے کے ساتھ خیانت کا مجرم ہو کر عذابِ جہنم کا مستحق بن جاتا ہے۔ اب جو شخص بھی کسی مجلس کی ممبری کا خواہشمند ہو اگر اس کو کچھ بھی آخرت کی فکر ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس ممبری کے بعد اس کے ساتھ جس قدر مخلوقِ خدا کا تعلق ہے ان سب کی ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے (حیاتِ ترمذی صفحہ ۳۴۳)

جیسا کہ آج کل بہت سے نااہل اور غیر دیانت دار لوگ سیاست کے میدان میں امیدوار بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اوپر سے جھوٹ اور غلط بیانی کر کے اپنے آپ کو اہل اور امانت دار بھی ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اسی کے ساتھ اپنے مدِ مقابل پر طرح طرح کی الزام تراشیاں بھی کرتے ہیں، امیدوار کو اس طرح کے غیر شرعی وغیر اخلاقی طرزِ عمل سے بچنا چاہئے۔

وہ الگ بات ہے کہ اگر اس طرح جھوٹ اور غلط بیانی کا ارتکاب کر کے کوئی امیدوار منتخب ہوگیا، تو اُصولی درجہ میں یہ حکمران کہلائے گا، مگر اپنے نااہل اور جھوٹے ہونے کا دنیا وآخرت میں پورا پورا وبال بھی پائے گا۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

(مگر آج کل کے) اُمیدوار ہر قسم کے معیار سے آزاد ہو کر اپنی دولت کے بل بوتے پر ہر قسم کا لالچ اور رشوت دے کر یا خاندان اور برادری کے اثر ورسوخ کے ذریعے اور زبان، نسل وغیرہ کی عصبیت کی بنیاد پر ووٹ حاصل کرتے ہیں۔

اور اس طرح پورے حلقے کے نمائندے منتخب ہو کر اسمبلیوں میں جا بیٹھتے ہیں، اور ہر قسم کی بدعنوانی کا ارتکاب کرنے کے باوجود اس کا نام جمہوریت رکھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کے قیام اور تحفظ کے لئے ایڑی چوٹی تک کا سارا زور صرف کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس پر اصلاحی تنقید کو بھی جمہوریت دشمنی کا نام دیا جاتا ہے اور اصلاح کی ہر بات کو رجعت پسندی کہہ کر ٹھکرا دیا جاتا ہے (حیاتِ ترمذی صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳)

اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی شخص انتخابات میں امیدوار بن کر کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پیشِ نظر بس یہ مقصد ہوتا ہے کہ مجھے ہر قیمت پر یہ انتخاب جیتنا ہے، چنانچہ اس غرض کے لیے ''انا ولا غیری'' (یعنی میں ہی میں ہوں میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے) کے نعرے لگانا، دوسروں پر طرح طرح کے اتہامات عائد کرنا، دوسروں کا تمسخر واستہزاء کرنا، غیبت اور دروغ بیانی، لڑائی جھگڑے، دشنام طرازیاں، دھاندلی اور مکروفریب، سب کچھ جائز سمجھ لیا جاتا ہے، دوسری طرف جو لوگ کسی امیدوار کی حمایت یا مخالفت کرتے ہیں، وہ اپنے امیدوار کو سراپا سفید اور اپنے مخالف کو سراپا سیاہ ثابت کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں، جس شخص یا جماعت کی حمایت کی جارہی ہے، اس کے اوصاف بڑھا چڑھا کر بیان کئے جارہے ہیں، اس کی تعریفوں کے پل باندھے جارہے ہیں، اس کی ہر غلطی کی جا وبے جا تاویلات کی جاتی ہیں، اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وہ اگر معصوم نہیں تو منزہ عن الخطا (غلطیوں سے بچا ہوا) ضرور ہے، دوسری طرف جس فرد یا جماعت کی مخالفت کی جاتی ہے اس میں کیڑے ہی کیڑے نکالنے کا کام شروع ہوجاتا ہے، اس کو سر سے لے کے پاؤں تک عیبوں ہی عیبوں کا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے سیاسی اور عوامی منصب وذمہ داری سنبھالنے کے لئے امیدوار بن کر کھڑا ہونے سے پہلے ہر شخص کو اس اہم اور نازک ذمہ داری پر اچھی طرح غور کرلینا چاہیئے، اور اپنی اہلیت وصلاحیت اور لیاقت وقوت کا جائزہ لے لینا چاہیئے۔

اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے خود سے اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے کھڑا نہ ہو، بلکہ دوسرے لوگ کسی مستند ومعتبر اور باصلاحیت امانت ودیانتدار شخص کو کھڑا کریں۔

البتہ جب معلوم ہو کہ اس کے سامنے نہ آنے اور کھڑا نہ ہونے کی صورت میں نااہل اور خائن لوگ اس منصب پر قابض ہوجائیں گے، تو پھر کسی ذمہ دار وامانت دار شخص کے خود سے سامنے آنے میں بھی حرج نہیں۔

لیکن اس صورت میں بھی اپنی بے جا تعریفوں کے پُل باندھنے اور عوام سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے جھوٹے وعدے کرنے اور اپنے مدِمقابل پر الزام تراشیاں کرنے سے بچنا چاہیئے، اور اس عہدہ کی اہمیت ونزاکت اور اس کی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مجموعہ ثابت کیا جاتا ہے، اس کی کسی اچھائی کا اعتراف ممکن نہیں رہتا، یہاں تک کہ بسا اوقات اس کی صحیح بات کو بھی غلط معنی پہنائے جاتے ہیں، اور اس کی غیبت کرنے اس پر بہتان باندھنے، اس کا تمسخر اڑانے اور اسے ذلیل ورسوا کرنے کے ہر طریقے کو شیرِ مادر سمجھ لیا جاتا ہے، اور دشنام طرازی وبدگوئی کا وہ طوفان برپا ہوتا ہے، کہ الامان! پھر ایک شخص جب تک سیاسی اعتبار سے اپنا حلیف رہتا ہے، اس وقت تک تو اس کو تمام خوبیوں کا پیکر قرار دیا جاتا ہے، اور جب سیاسی انقلابات کے تحت وہ دوسرے کیمپ میں شامل ہوجائے تو اسی میں تمام خرابیاں جمع ہوجاتی ہیں۔ اور اس کے برعکس اپنا کوئی سیاسی حریف جس میں دنیا بھر کے تمام عیوب جمع تھے، اپنے کیمپ میں شامل ہوجائے تو اس کے تمام عیوب ختم ہوجاتے ہیں اور اس کی ہر بات قابلِ تائید بن جاتی ہے (اسلام اور سیاستِ حاضرہ صفحہ ۲۴، ۲۵)

ووٹ کی شرعی حیثیتیں

آج کل ہمارے ملک سمیت بہت سے دوسرے ملکوں میں حکمرانوں کا انتخاب عوام اوراس ملک کے باشندوں کے ووٹوں کی شکل میں اظہارِرائے کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔

اس لئے ووٹ کی شرعی حیثیت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

ووٹ کی شکل میں انتخاب کا جوطریقہ رائج ہے،اس میں ووٹ شرعی اعتبار سے کئی حیثیتیں رکھتا ہے،اس کی ایک حیثیت شہادت وگواہی کی ہے،دوسری حیثیت سفارش یا شفاعت کی ہے، اورتیسری حیثیت مشترکہ حقوق میں وکالت کی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے،ایک شہادت، دوسرے شفاعت اور تیسرے حقوقِ مشترکہ میں وکالت، تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک صالح قابل آدمی کو ووٹ دینا موجبِ ثوابِ عظیم ہے اوراس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں ۔اسی طرح نااہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بُری شفاعت بھی اورناجائز وکالت بھی اوراس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔ اس لئے ہر مسلمان ووٹر پرفرض ہے کہ ووٹ دینے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کرلے کہ جس کو ووٹ دے رہا ہے وہ کام کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں اوردیانت دار ہے یا نہیں،محض غفلت وبے پرواہی سے بلاوجہ ان عظیم گناہوں کا مرتکب نہ ہو(تفسیر معارفُ القرآن ج ۳ ص ۷۲) (کذا فی جواہرُ الفقہ ج۵،ص ۵۳۴،طبعِ جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق نومبر ۲۰۱۰ء)

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم ازکم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اوراس میں جھوٹ بولنا بھی حرام،اس پرکوئی معاوضہ لینا بھی حرام،اس میں محض ایک سیاسی ہارجیت اوردنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے،آپ جس امیدوار کوووٹ دیتے ہیں شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص(آپ کی نظر میں) اپنے نظریے اورعلم وعمل اوردیانت داری کی روسے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے جس کام کے لئے یہ انتخابات ہورہے ہیں(جواہرُ الفقہ ج۵،ص ۵۳۵،طبعِ جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق نومبر ۲۰۱۰ء)

اورحضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

نااہل بددیانت شخص کوووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بری سفارش اورناجائزوکالت بھی ہے،اوراس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

اور ووٹ کی ایک چوتھی حیثیت مشورہ کی اور پانچویں حیثیت سیاسی بیعت کی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کے تباہ کن ثمرات اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔ جس طرح نا اہل بد دیانت آدمی کو ووٹ دینا گناہِ عظیم ہے اسی طرح قابل اور نیک آدمی کو ووٹ دینا ثوابِ عظیم ہے (حیاتِ ترمذی صفحہ ۳۴۴)

۱؎ چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ووٹ کی مختلف حیثیتیں ہیں، اس کی حیثیت شہادت اور گواہی کی ہے کہ وہ جس ممبر کو ووٹ دے رہا ہے اس کے بارے میں گواہ ہے کہ اس کو ملک وقوم کے لیے مفید اور خیر خواہ سمجھتا ہے۔

اس کی حیثیت مشورہ کی ہے کہ وہ حکومت اور نظم ونسق کے سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے کہ کون زیادہ بہتر اور ایمان دار، ذمہ دار ہوسکتا ہے۔

اس کی حیثیت سفارش کی ہے کہ وہ اپنے اس امیدوار کے لیے ایک اہم عہدہ اور ذمہ داری کی سفارش کرتا ہے۔

اور اس کی حیثیت وکیل نامزد کرنے کی ہے کہ وہ سیاسی مسائل میں اس کو اپنا وکیل اور نمائندہ نامزد کرتا ہے۔

نیز اگر مسلم ملک ہو تو ان سب کے علاوہ ووٹ کی حیثیت سیاسی بیعت کی ہے کہ وہ ووٹ کے ذریعہ متعلقہ امیدوار کو وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے سربراہِ مملکت کا انتخاب کرے (جدید فقہی مسائل جلد اول صفحہ ۴۳۹)

اور فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

عصرِ حاضر میں ووٹ کی مختلف حیثیتیں ہیں:

(۱) اس کی حیثیت شہادت اور گواہی کی ہے، ووٹر جس ممبر کو ووٹ دے رہا ہوتا ہے، وہ اس بات کی گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ میں اس کو ملک وقوم کے لئے مفید اور خیر خواہ سمجھتا ہوں۔

(۲) اس کی حیثیت مشورہ کی سی ہے، ووٹر حکومت اور نظم ونسق کے سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے کہ سیاسی امور میں کون زیادہ بہتر، ایماندار اور دیانتدار ہے۔

(۳) اس کی حیثیت سفارش کی ہے کہ ووٹر اس امیدوار کے لئے ایک اہم عہدہ سنبھالنے کے لئے سفارش کرتا ہے۔

(۴) اس کی حیثیت وکالت کی ہے، ووٹر اپنے لئے حکومت کے گھر میں وکیل نامزد کرتا ہے کہ یہ شخص (امیدوار) حکومت سے میرے مسائل حل کرائے گا۔

(۵) ووٹ کی حیثیت سیاسی بیعت کی ہے، ووٹر اپنے ووٹ کے ذریعے مقامی امیدوار کے واسطہ سے سربراہِ مملکت کی بیعت کرتا ہے، اس بیعت میں یہ ضروری نہیں کہ براہِ راست سربراہِ مملکت یا خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی جائے، بلکہ بیعت خط وکتابت کے ذریعہ بھی ہوسکتی ہے، اور اسی طرح سربراہِ مملکت کی جانب سے مقرر شدہ نمائندہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی خلیفہ کی بیعت شمار ہوتی ہے (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۳۰۲، کتاب السیاسۃ، طبع اول، ۱۴۲۲ھ، 2002ء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آگے ووٹوں کی ان حیثیتوں پر الگ الگ شرعی اعتبار سے کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱)

ووٹ اور گواہی

ووٹ کی ایک حیثیت گواہی کی ہے۔

اور جس طرح غلط گواہی دینا گناہ ہے، اسی طرح ضرورت کے وقت گواہی کو چھپانا بھی گناہ ہے، لہٰذا ووٹ کا غلط و ناجائز استعمال یا اس کا اہل کے حق میں استعمال نہ کرنا درست نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے گواہی چھپانے سے منع فرمایا ہے، اور اللہ کے لئے سچی گواہی کو قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور فتاویٰ حقانیہ میں ہی ہے کہ:

انسان کے لیے اپنے حقِ رائے دہی (ووٹ کے استعمال) کا معاملہ بڑا نازک اور اہم ہے، اگر کسی نے نااہل شخص کو ووٹ دیدیا تو یہ ووٹ شہادتِ زُور (یعنی جھوٹی گواہی) غلط سفارش اور غلط مشورے میں داخل ہوگا، اور اس قسم کے غلط افعال کا ارتکاب قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۳۰۳)

[۱] چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اسمبلیوں اور کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں کسی اُمیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شہادت ہے، جس میں ووٹ دہندہ کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت و امانت کے اعتبار سے بھی قومی نمائندہ بننے کے قابل ہے (تفسیر معارفُ القرآن جلد سوم، صفحہ ۱۷)

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں (جس پر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب رحمہما اللہ کی تصدیق بھی ہے) لکھتے ہیں کہ:

''ووٹ کی حیثیت شرعاً شہادت اور توکیل کی ہے، شہادت کا مطلب یہ ہے کہ ایک ووٹر جب کسی کو ووٹ دیتا ہے تو گویا اس کے دین، اخلاق، اصابتِ رائے، صلاحیت وصالحیت کی شہادت دیتا ہے، اب اگر اُمیدوار صفاتِ مذکورہ کا حامل ہے تو ووٹر کی شہادت صحیح ہے اور وہ مستحق اجر ہے، اور اگر اُمیدوار مندرجہ بالا صفات کا حامل نہیں تو ایسے شخص کو ووٹ دینا شہادتِ زور (جھوٹی گواہی) ہے، اور جھوٹی گواہی گناہِ کبیرہ ہے''

(فتاویٰ بینات جلد سوم صفحہ ۵۰۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (سورة البقرة، آية ۲۸۳)

ترجمہ: اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو گواہی کو چھپائے گا، تو اس کا دل گناہ گار ہوگا؛ اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے (سورہ بقرہ)

اور قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (سورة الطلاق، رقم الآية ۲)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

کسی امیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی حیثیت شہادت (گواہی) کی ہے کہ وہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے اس کے متعلق اس کی شہادت (گواہی) دے رہا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اور دیانت وامانت سے بھی یہ شخص متصف ہے۔ اور اگر واقع میں یہ شخص اس کام کے قابل نہیں اور نہ اس میں دیانت وامانت کی صفت ہے تو اس کا ووٹ دینا جھوٹی شہادت ہے، جو سخت گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں جھوٹی شہادت (گواہی دینے) کو شرک کے گناہِ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے۔

جس حلقہ میں چند امیدوار کھڑے ہوں اب ووٹر کی شرعی ذمہ داری ہے کہ امیدوار کی قابلیت اور دیانت کو دیکھ کر اپنا ووٹ (شہادت وگواہی) استعمال کرے، قابلیت اور دیانت کو چھوڑ کر غلط جگہ اپنا ووٹ استعمال کرنا خود کو جھوٹی شہادت کے سخت ترین گناہ میں مبتلا کرنا ہے۔ اس لئے ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے، محض رسمی مروت یا کسی طمع (لالچ) اور خوف یا برادریوں وغیرہ کے تعصب کی بنیاد پر گٹھ جوڑ اور اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے ووٹ دے کر اپنے آپ کو آخرت کے عذابِ عظیم کا مستحق نہ بنائے (حیاتِ ترمذی صفحہ ۳۴۳، ۳۴۴)

اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شرعی اعتبار سے ''ووٹ'' ایک شہادت ہے، آپ جس شخص کو اپنا ووٹ دیتے ہیں، گویا اس کے بارے میں یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص آپ کی نظر میں اسمبلی کی رکنیت یا حکومت کا اہل ہے، اور آپ کے حلقۂ انتخاب میں آپ کے نزدیک اس منصب کے لیے اس شخص سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے؛ لہٰذا ووٹ پر شرعی اعتبار سے وہ تمام احکام جاری ہوتے ہیں، جو شہادت پر جاری ہوتے ہیں (اسلام اور سیاستِ حاضرہ صفحہ ۸)

ترجمہ: اور تم گواہی کو اللہ کے لئے قائم کرو؛ اللہ اس کی نصیحت کرتا ہے، اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں (سورہ طلاق)

معلوم ہوا کہ گواہی کو اللہ کے لئے قائم کرنا چاہئے، اور اس کو چھپانا دل کا گناہ ہے، لہٰذا ووٹ کی شکل میں گواہی دینے کی صورت میں بھی گواہی کو اللہ کے لئے قائم کرنا ضروری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْکَبَائِرِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا، اور جھوٹی (وناحق) گواہی دینا (بخاری)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: أَلَا أُنَبِّئُکُمْ بِأَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یَقُوْلُهَا، حَتّٰی قُلْتُ: لَا یَسْکُتُ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اکبر الکبائر (یعنی کبیرہ ترین گناہوں) کی خبر نہ دے دوں؟ ہم نے عرض کیا کہ ضرور اے اللہ کے رسول! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (اس کے بعد) آپ (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے، پھر فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ اور (ایک بدترین کبیرہ

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۵۳.

[2] رقم الحدیث ۵۹۷۶، کتاب الادب، باب: عقوق الوالدین من الکبائر.

گناہ) جھوٹی بات ہے اور جھوٹی گواہی ہے، خبر دار ہو جاؤ اور (ایک بدترین کبیرہ گناہ) جھوٹی بات ہے اور جھوٹی گواہی ہے، آپ یہ بات بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (اپنے دل میں اس بات سے خوف زدہ ہو کر) کہا کہ آپ خاموش نہیں ہوں گے (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کے گناہ کی شدت اور بُرائی کو بیان کرنے کے لیے ٹیک ہٹا کر اس جملے کو بار بار دہرایا، جس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی دینا بدترین گناہ ہے، اور ووٹ چونکہ ایک طرح کی گواہی ہے، لہٰذا اس کا ناجائز و ناحق استعمال بھی بدترین گناہ میں داخل ہوا۔ [1]

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِيْ يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں گواہوں میں سے بہترین (گواہ) کی خبر نہ دوں (بہترین گواہ) وہ ہے کہ جو گواہی کے طلب کرنے سے پہلے ہی گواہی دے دے (مسلم)

اس حدیث کے پیشِ نظر ووٹ کا حق کسی کے مطالبہ کے بغیر خود سے ٹھیک ٹھیک استعمال کر کے اپنی گواہی سے سبکدوش ہو جانا بہترین گواہی میں داخل ہے۔

---

[1] (أكبر الكبائر الإشراک بالله) يعنى الكفر .وآثر لفظ الإشراک لغلبته فى العرف (وقتل النفس) المحترمة بغير حق (وعقوق الوالدين) أو أحدهما بقطع صلتهما أو مخالفتهما فى غير معصية قال ابن العربى :جعل بر الأصل ثانى التوحيد كما جعله فى ضمن حق الله فى حديث رضى الرب فى رضى الوالد وناهيک بذلک (وشهادة الزور) أى الشهادة بالكذب يتوصل بها إلى باطل وإن قل وظاهر التركيب يقتضى حصر الكبائر فيها وليس بمراد بل ذكر الأربعة من قبيل ذكر البعض الذى هو أكبر كما سبق .والكفر أكبر مطلقا ثم القتل والباقى على معنى من(فيض القدير، تحت رقم الحديث ۱۳۷۴)

[2] رقم الحديث ۱۷۱۹ "۱۹" كتاب الاقضية،باب بيان خير الشهود.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمَ الْخَاصَّةِ، وَفُشُوَّ التِّجَارَةِ، حَتّٰى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ، وَقَطْعَ الْأَرْحَامِ، وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ، وَكِتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ، وَظُهُوْرَ الْقَلَمِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: قیامت کے قریب خاص خاص لوگوں کو سلام کیا جائے گا، اور تجارت بہت پھیل جائے گی، یہاں تک کہ عورت اپنے شوہر کی تجارت میں مدد کرے گی، اور (رشتہ داروں سے) قطع رحمی (وبدسلوکی) ہوگی، اور جھوٹی گواہی عام ہوگی، اور حق بات کی گواہی کو چھپانا عام ہوگا، اور قلم (وکتابت) عام ہوجائے گا (مسند احمد)

قیامت کی ان نشانیوں میں نااہل لوگوں کے حق میں ووٹ کی شکل میں گواہی دینا اور ووٹ کا حق استعمال نہ کرکے گواہی کو چھپالینا بھی داخل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتّٰى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ، وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: میں تم لوگوں کو اپنے صحابہ کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں پھر ان سے متصل بعد آنے والوں (یعنی صحابہ کے شاگرد تابعین) کی اور پھر ان سے متصل بعد آنے والوں (یعنی تبع تابعین) کی، اس کے بعد جھوٹ رواج پکڑ جائے گا یہاں تک کہ قسم لئے بغیر آدمی قسم کھائے گا، اور بغیر گواہی طلب کئے گواہی دے گا (ترمذی)

---

[1] رقم الحدیث ۳۸۷۰.

فی حاشیة مسند احمد: إسناده حسن.

[2] رقم الحدیث ۲۱۶۵، ابواب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة.

قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح غریب من هذا الوجه وقد رواه ابن المبارک، عن محمد بن سوقة، وقد روی هذا الحدیث من غیر وجه عن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو جعلی ووٹ ڈال کر کسی نمائندہ وامیدوار کے حق میں گواہی دیتے ہیں، کیونکہ جس کو ووٹ ڈالنے کا حق نہیں، یا وہ اپنے ووٹ کا حق استعمال کر چکا ہے، تو اس کا ووٹ ڈالنا یا بالفاظِ دیگر گواہی دینا بغیر مطالبہ کے ہے، اور اس کے ساتھ غلط بیانی کے گناہ پر بھی مشتمل ہے، خلاصہ یہ کہ ووٹ کی ایک حیثیت شہادت اور گواہی کی ہے، جس کا چھپانا اور استعمال نہ کرنا بھی گناہ ہے، اور اس کے استعمال میں خیانت وکوتاہی کرنا بھی گناہ ہے۔

(۲)

ووٹ اور سفارش

ووٹ کی دوسری حیثیت امیدوار کے حق میں شفاعت یا سفارش کی ہے۔ [۱]

اور شفاعت یا سفارش جہاں ایک طرف اہل اور دیانت وامانت دار کے حق میں باعثِ اجر وثواب ہے، اسی کے ساتھ نااہل، غیر دیانت دار وغیر امانت دار کے حق میں باعثِ وبال ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (سورۃ النسآء، رقم الآیۃ ۸۵)

---

[۱] چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی از روئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے، جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا ہے، کہ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے کہ فلاں اُمیدوار کو نمائندگی دی جائے، اس کا حکم قرآن کریم کے الفاظ میں پہلے بیان ہو چکا ہے (معارف القرآن جلد سوم صفحہ ۱۷)

اور مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ایک حیثیت ووٹ کی سفارش کی ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے۔ اور دوسروں کو آمادہ کرتا ہے کہ اس کو ووٹ دیں .... اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے اور بری سفارش یہ ہے کہ نااہل فاسق وظالم کی سفارش کر کے اس کو خلقِ خدا پر مسلّط کرے (حیاتِ ترمذی صفحہ ۳۴۴ ملخصاً)

ترجمہ: جو شخص اچھی سفارش کرے گا، تو اس کو اچھی سفارش کا حصہ (یعنی اجر وثواب) ملے گا، اور جو شخص بُری سفارش کرے گا، تو اس کو اس بُری سفارش کا وبال ہوگا (سورہ نسآء)

اس سے معلوم ہوا کہ جس درجہ کی سفارش ہوتی ہے، اسی درجہ کے اعتبار سے اس پر ثواب یا گناہ بھی مرتب ہوتا ہے، اور ملک کے لئے نمائندہ منتخب کرنے کی سفارش ایک بڑے درجہ کی سفارش ہے کہ حکومت وسیاست کے عہدہ سے ملک کے بڑے طبقہ اور بہت سے لوگوں کا حق وابستہ ہوتا ہے، لہٰذا اس کی اہمیت بھی زیادہ ہے، اور اہلیت ودیانت رکھنے والے شخص کے حق میں ووٹ کا استعمال عظیم اجر وثواب کا باعث، اور نااہل وخائن کے حق میں اس کا استعمال بڑے وبال کا باعث ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِشْفَعُوْا وَلْتُؤْجَرُوْا، وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا شَاءَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (مستحق کی) شفاعت کرو، تمہیں اجر وثواب عطا کیا جائے گا، اور (پھر اس کے بعد) اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے فیصلہ فرمائے گا (ترمذی)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

معلوم ہوا کہ فیصلہ خواہ کوئی بھی ہو، لیکن اچھی سفارش کا اجر وثواب بہر حال حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر کسی نے اپنے نزدیک دیانتداری کے ساتھ اہل یا دوسرے امیدواروں کے مقابلہ میں

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۷۲، ابواب العلم، باب ما جاء الدال علی الخیر کفاعله.
قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح، وبرید یکنی أبا بردة أیضا، وهو کوفی ثقة فی الحدیث روی عنه شعبة، والثوری، وابن عیینة.

[2] عن معاویة: اشفعوا تؤجروا فإنی لأرید الأمر، فأؤخره کیما تشفعوا فتؤجروا، فإن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: اشفعوا تؤجروا (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۵۱۳۲)

بہتر شخص کے حق میں ووٹ کا استعمال کر کے سفارش کردی، تو اس کا اجر وثواب بلکہ بہتر ثمرہ ضرور حاصل ہوگا، خواہ اس کا سفارش کردہ اور ووٹ دیا ہوا نمائندہ منتخب نہ بھی ہو۔

خلاصہ یہ کہ ووٹ کی ایک حیثیت سفارش یا شفاعت کی ہے، لہٰذا ووٹ کا خوب سوچ سمجھ کر امانت ودیانت کے ساتھ استعمال کرنا عظیم اجر وثواب کا باعث اور اس کے خلاف کرنا سخت گناہ اور (دنیا وآخرت کے) وبال کا باعث ہے۔

(۳)

ووٹ اور وکالت

ووٹ کی ایک تیسری حیثیت وکالت اور نمائندگی کی ہے کہ ووٹ دینے والا شخص اپنے امیدوار کو ملک کے اجتماعی معاملات کا وکیل اور نمائندہ تجویز کرتا ہے، اور اجتماعی معاملات میں کسی کو وکیل ونمائندہ تجویز کرنا انتہائی نازک ذمہ داری کا کام ہے، کیونکہ منتخب ہونے کے بعد نمائندہ اور وکیل ہونے کی حیثیت سے اس کے کاموں کی ذمہ داری ونسبت اس کو ووٹ دینے والوں کی طرف بھی عائد ہوگی۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ووٹ کی ایک تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنی نمائندگی کے لیے وکیل بناتا ہے، لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا تو اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں؛ کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے اس لیے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا (معارف القرآن جلد سوم صفحہ ۲۷)

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں (جس پر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب رحمہما اللہ کی تصدیق بھی ہے) لکھتے ہیں کہ:

''ووٹ کی دوسری حیثیت توکیل کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ووٹر اُمیدوار کو اپنے سیاسی اور دینی اُمور کا وکیل بنارہا ہے، ظاہر ہے کہ وکیل ایسے ہی شخص کو بنایا جاتا ہے جو بارِ وکالت صحیح طور پر اُٹھا سکے، اسی طرح وکیل کا بھی یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا کرے'' (فتاویٰ بینات جلد سوم صفحہ ۵۰۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعَانَ عَلٰى خُصُوْمَةٍ بِظُلْمٍ، أَوْ يُعِيْنُ عَلٰى ظُلْمٍ، لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی معاملہ کی ظلم کے ساتھ اعانت (ومدد) کی، یا کسی ظلم پر اعانت (ومدد) کی، تو وہ برابر اللہ کی ناراضگی میں رہے گا، یہاں تک کہ اس سے الگ ہو جائے (ابن ماجہ)

دوسرے امیدواروں کے مقابلہ میں ظالم اور نااہل شخص کے حق میں ووٹ ڈال کر اس کی وکالت کرنا بھی ظلم پر اعانت ومدد کرنے میں داخل ہے، جس کے نتیجہ میں جب تک وہ حکمران، حکمرانی وسیاست کے اس منصب پر موجود رہے گا، اس وقت تک اس کے حق میں ووٹ استعمال کر کے اعانت ومدد کرنے والا شخص بھی برابر اللہ کی ناراضگی میں رہے گا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلىَّ اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَعْمَلَ عَامِلًا عَلٰى قَوْمٍ وَفِيْ تِلْكَ الْعِصَابَةِ مَنْ هُوَ أَرْضَى اللّٰهِ مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَخَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَانَ جَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ (السنة لابنِ ابی عاصم) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

تیسری حیثیت ووٹ میں وکالت کی بھی ہے کہ ووٹ دینے والا امیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے، پھر چونکہ یہ وکالت شخصی حق میں نہیں بلکہ حقوقِ مشترکہ عامہ میں ہے۔ اس لئے اگر کسی نااہل کو نمائندگی کا ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو حقوقِ عامہ کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا (حیاتِ ترمذی صفحہ ۳۴۴)

[1] رقم الحديث ۲۳۲۰، كتاب الاحكام، باب من ادعى ما ليس له وخاصم فيه.

[2] رقم الحديث ۱۴۶۲، باب قول الرسول صلى الله عليه وسلم رأيت فى النوم كأنى أنزع بدلو بكرة على قليب، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۱۲۱۶، السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۲۰۳۶۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کا عامل (اور وزیر) مقرر کیا، اور اُس جماعت میں اُس آدمی سے زیادہ اللہ کا پسندیدہ بندہ تھا، تو اس نے اللہ کے ساتھ خیانت کی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی خیانت کی، اور تمام مسلمانوں کے ساتھ بھی خیانت کی (ابن ابی عاصم، طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ بہتر امیدوار کے مقابلہ میں بدتر امیدوار کو ووٹ دے کر حکومتی معاملات کا وکیل ونمائندہ مقرر کرنا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں، سب کے ساتھ اجتماعی خیانت ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الهيثمي: رواه الطبراني، وفيه أبو محمد الجزري حمزة ولم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٩٠٧١)

وقال البوصيري: وقال -صلى الله عليه وسلم : -(أيما رجل استعمل رجلا على عشرة أنفس علم أن فى العشرة أفضل ممن استعمل فقد غش اللّه وغش رسوله وغش جماعة المسلمين، ويؤتى بالذى ضرب فوق الحد فيقول :عبدى، لم ضربت فوق ما أمرتک؟ فيقول :غضبت لک .فيقول: أكان لغضبک أن يكون أشد من غضبى؟ ويؤتى بالذى قصر فيقول :عبدى، لم قصرت؟ فيقول: رحمته .فيقول :أكانت لرحمتک أن تكون أشد من رحمتى؟ فيؤمر بهما جميعًا إلى النار). وسيأتى له شواهد فى كتاب الإمارة -إن شاء اللّه تعالى (اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ٣٥٢٥، باب فيمن ضرب فتجاوز الحد أو قصر)

رواه الطبرانى من طريق حسين بن قيس المعروف بحنش، وهو مختلف فيه، ضعفه جماعة، ووثقه ابن نمير، وحسن له الترمذى غيرما حديث، وصحح له الحاكم، ولا يضر فى المتابعات، ومع ذلک لم ينفرد به حسين بن قيس عن عكرمة، فقد تابعه عليه يزيد بن أبى حبيب.

كما رواه الحاكم أبو عبد اللّه الحافظ :ثنا أبو جعفر محمد بن محمد بن عبد اللّه البغدادى، ثنا يحيى بن عثمان بن صالح، ثنا أبى، ثنا ابن لهيعة، عن يزيد بن أبى حبيب، عن عكرمة، عن ابن عباس، عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -حدث قال" :من استعمل عاملا من المسلمين وهو يعلم أن منهم من هو أولى بذلک منه، وأعلم بكتاب اللّه ولمشة نبيه؟ فقد خان اللّه ورسوله وجميع المسلمين."

ورواه البيهقى فى سننه عن الحاكم به.

وله شاهد من حديث أبى بكر الصديق رواه الحاكم من طريق بكر بن خنيس وصححه، وأحمد فى مسنده وفى إسناده رجل لم يسم (اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ٤٨٩٤باب ترهيب من ولى شيئًا من أمور المسلمين أن يولى عليهم رجلا وفى رعيته خير منه)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلَا إِنَّـهُ سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ أُمَرَاءٌ يَكْذِبُوْنَ وَيَظْلِمُوْنَ، فَمَنْ صَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ، وَمَالَأَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ، فَلَيْسَ مِنِّيْ، وَلَا أَنَا مِنْهُ،وَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ، وَلَمْ يُمَالِئْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ، فَهُوَ مِنِّيْ، وَأَنَا مِنْهُ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۳۵۳) [1]

ترجمہ: عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے، جو جھوٹ بولیں گے، اور ظلم کریں گے، پس جس نے اُن کے جھوٹ کی تصدیق کی اور اُن کے ظلم پر مدد کی، تو اُس کا مجھ سے تعلق نہیں اور میرا اُس سے تعلق نہیں، اور جس نے اُن کے جُھوٹ کی تصدیق نہیں کی اور نہ ہی اُن کے ظلم پر اُن کی مدد کی، تو وہ میرے سے تعلق رکھتا ہے، اور میں اُس سے تعلق رکھتا ہوں (مسند احمد)

اور جھوٹے اور ظالم لوگوں کو ووٹ دینا ان کی جھوٹ اور ظلم پر مدد کرنے میں داخل ہے، جو سخت وعید اور وبال کی بات ہے۔

خلاصہ یہ کہ ووٹ کی ایک حیثیت امیدوار کی وکالت ونمائندگی کی ہے، لہٰذا ووٹ کا خوب سوچ سمجھ کر امانت ودیانت کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے، اور اس میں خیانت وکوتاہی کرنا جرمِ عظیم ہے۔

(۴)

ووٹ اور مشورہ

ووٹ کی ایک چوتھی حیثیت مشورہ کی ہے کہ ووٹ ڈالنے یا ووٹ دینے والے سے امیر مملکت یا عارضی وعبوری یا نگران حکومت کی طرف سے ملک بھر کے اجتماعی امور کی ذمہ داری کے لئے مشورہ طلب کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نزدیک اس منصب کی صلاحیت رکھنے والے دیانت دار

---

[1] فی حاشية مسنداحمد: صحيح لغيره.

شخص کی نشاندہی کرے، اور مشورہ دینے والے کے ذمہ ٹھیک مشورہ دینا ضروری ہے، اور اس میں خیانت کرنا گناہ ہے، اور اس کی خلاف ورزی کرنا خیانت ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے (ترمذی)

یہ حدیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس انسان سے مشورہ طلب کیا جائے، اس کے پاس مشورہ کی بہتر بات امانت ہوتی ہے، جس کو صحیح صحیح ادا کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ أَشَارَ عَلٰى أَخِيْهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِيْ غَيْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: اور جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی کام کے متعلق ایسا مشورہ دیا کہ جس کو وہ سمجھتا ہے کہ مشورہ لینے والے کی بہتری دوسری رائے میں تھی (جو اس نے پیش نہیں کی) تو اس نے اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ خیانت کی (حاکم؛ ابوداؤد)

جب کسی ایک مسلمان شخص کو انفرادی طریقہ پر غلط مشورہ دینا بھی خیانت ہے، تو ووٹ کی شکل

---

[1] رقم الحديث ۲۸۲۲، ابواب الادب، باب أن المستشار مؤتمن.

قال الترمذي: هذا حديث حسن، وقد روى غير واحد عن شيبان بن عبد الرحمن النحوي، وشيبان هو صاحب كتاب وهو صحيح الحديث، ويكنى أبا معاوية.

[2] رقم الحديث ۳۵۰، كتاب العلم، واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۳۶۵۷؛ شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ۴۱۰؛ سنن البيهقي، رقم الحديث ۲۰۳۵۳؛ جامع بيان العلم وفضله، رقم الحديث ۱۶۲۵.

قال الحاكم: هذا حديث قد احتج الشيخان برواته غير هذا، وقد وثقه بكر بن عمرو المعافري وهو أحد أئمة أهل مصر والحاجة بنا إلى لفظة التثبت في الفتيا شديدة.

میں جو مشورہ ملک کے تمام باشندوں کے لئے اجتماعی نوعیت کا دیا جارہا ہے، اس میں غلط مشورہ دینا ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ خیانت کہلائے گی، اور اس کا جرم اور وبال انتہائی شدید ہوگا۔

تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''مشورہ اور استخارہ کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ یہ کہ ووٹ کی ایک حیثیت مشورہ کی ہے، لہٰذا دوسرے امیداواروں کے مقابلہ میں بدتر امیداوار کے حق میں ووٹ دینا غلط رائے دے کر اجتماعی خیانت کے گناہ میں داخل ہے۔

(۵)

ووٹ اور سیاسی بیعت

ووٹ کی ایک پانچویں حیثیت سیاسی بیعت کی ہے۔ [۱]

صحابۂ کرام اور خیرُ القرون کے دور میں حکمران کے انتخاب کے لئے (اس مجوزہ حاکم کے ہاتھ پر) بیعت ہوا جاتا تھا، جس کو سیاسی بیعت (بیعتُ الخلافہ یا بیعتُ الامارہ) کہا جاتا ہے، اور بیعت کے لئے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ضروری نہیں، بلکہ غائبانہ اور تحریری بیعت بھی جائز ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں ہر شخص کو حکمران سے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت ہونا

---

[۱] چنانچہ فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

ووٹ کی حیثیت سیاسی بیعت کی ہے، ووٹر اپنے ووٹ کے ذریعے مقامی امیدوار کے واسطہ سے سربراہِ مملکت کی بیعت کرتا ہے، اس بیعت میں یہ ضروری نہیں کہ براہِ راست سربراہِ مملکت یا خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی جائے، بلکہ بیعت خط وکتابت کے ذریعہ بھی ہوسکتی ہے، اور اسی طرح سربراہِ مملکت کی جانب سے مقرر شدہ نمائندہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی خلیفہ کی بیعت شمار ہوتی ہے (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۳۰۲، کتاب السیاسۃ)

اور مولانا خالد سیفُ اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اگر مسلم ملک ہو تو ان سب کے علاوہ ووٹ کی حیثیت سیاسی بیعت کی ہے کہ وہ ووٹ کے ذریعہ متعلقہ امیدوار کو وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے سربراہِ مملکت کا انتخاب کرے (جدید فقہی مسائل جلد اول صفحہ ۴۳۹)

ممکن نہیں، اور ہر شخص کا فرداً فرداً اپنی طرف سے بیعت ہونے کی مستقل تحریر لکھ کر ارسال کرنا بھی ممکن نہیں، اس لئے موجودہ دور میں اس کی آسان صورت ووٹ کی شکل میں میسر ہے۔

لہٰذا ووٹ کو سیاسی بیعت کی حیثیت بھی حاصل ہے، اور اس حیثیت سے اس کے وجود کو بدعت وناجائز نہیں کہا جاسکتا، بلکہ اس سے کنارہ کشی اور روگردانی اور اس سے بڑھ کر اختلاف وبغاوت کرنے پر مؤاخذہ کا اندیشہ ہے، کیونکہ احادیث میں بیعت کے بغیر فوت ہونے والے کو جاہلیت کی موت مرنا قرار دیا گیا ہے، اور حکومت کے قیام پر زور دیا گیا ہے، اگرچہ عادل حکومت میسر نہ آنے کی صورت میں غیر عادل حکومت ہی کیوں نہ ہو، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اس بحث کا خلاصہ

اور جب ووٹ کی کئی شرعی حیثیتوں کا ثبوت ہوگیا، جن کی نشاندھی بڑے بڑے اہلِ علم حضرات نے بھی کی ہے، اور ان پر شریعت نے مختلف پابندیاں لگائی ہیں، تو اس سے یہ شبہ بھی دُور ہوگیا کہ ووٹ کوئی شرعی چیز اور دینی معاملہ نہیں کہ اس میں ہر شخص آزاد ہو کہ جو چاہے کرے، اور اس پر گناہ یا ثواب اور اللہ کی ناراضگی یا رضامندی مرتب نہ ہو۔

لہٰذا خواہ دیندار وصاحبِ علم لوگ ہوں، یا عام مسلمان، ان سب کو ووٹوں کے متعلق مدتِ دراز سے دل ودماغ میں بیٹھی ہوئی غلط فہمیوں کو دُور کر کے اپنے دل ودماغ کو صاف کرنا چاہئے، اور اس کے خلاف کم علم یا ناواقف لوگوں کی باتوں پر عمل نہیں کرنا چاہئے، اور ووٹ کا صحیح اور ذمہ دارانہ ودیانت دارانہ استعمال کرنا چاہئے، اور اس شعبہ کو بددینوں کے حوالہ کر کے الگ نہیں رہنا چاہئے، بلکہ جس کے ہاتھ میں جتنی اصلاح ممکن ہو، اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے "لِاَنَّـهٗ لَایُکَلِّفُ اللہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا"

والله تعالیٰ اعلم

ووٹ کی اہمیت اور اس کو ضائع کرنے کا نقصان

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ ووٹ کی کئی شرعی حیثیتیں ہیں، لہٰذا ووٹ کے بارے میں غفلت یا کسی قسم کی بدعنوانی اختیار کرنا قانوناً اور اخلاقاً ناجائز اور جرم ہونے کے ساتھ ساتھ شرعاً بھی جائز نہیں، اور آخرت کے گناہ کے علاوہ دنیا کے اعتبار سے بھی انتہائی نقصان دہ اور باعثِ وبال ہے۔

مگر آج کل بہت سے لوگوں کے نزدیک ووٹ کے صحیح یا غلط استعمال بلکہ سرے سے ووٹ کے استعمال ہی کی کوئی اہمیت نہیں، اس لئے وہ یا تو ووٹ کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے، اور جب استعمال کی ضرورت نہیں سمجھتے، تو اپنے ووٹ بنوانے یا اپنا نام ووٹر لسٹوں میں شامل کروانے کی کیا ضرورت سمجھیں گے، پھر اگر کسی طرح ان کے ووٹ بن جاتے اور تیار ہو جاتے ہیں، اور پھر اس کے بعد انتخابات کے موقع پر کسی کے کہنے سننے یا کسی اور وجہ سے ووٹ کے استعمال پر آمادہ بھی ہو جاتے ہیں، تو اس کو دنیا کی ایک رسم سمجھ کر بغیر سوچے سمجھے اور بغیر مشورہ کئے کسی بھی امیدوار کے حق میں استعمال کر لینے کو کوئی عیب نہیں سمجھتے۔

حالانکہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ووٹ کی ایک حیثیت گواہی کی ہے، اور گواہی کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ ضرورت کے موقع پر اسے چھپانا اور ظاہر نہ کرنا گناہ ہے، اور ووٹ نہ دینا ظاہر ہے کہ اس گواہی کو چھپانا اور ظاہر نہ کرنا ہے، اس لئے ووٹ نہ دینا بھی گناہ ہوا، اور ووٹ کا غلط استعمال بھی گناہ ہوا۔ [1]

---

[1] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے، اس لئے آپ کے حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل ودیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے (جواہرُ الفقہ ج۵، ص۵۳۶، طبعِ جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق نومبر ۲۰۱۰ء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ موجودہ ووٹوں کا نظام جس کے تحت منتخب ہوکر وزراء اور حکمران آتے ہیں، اور ایک مدت تک (مثلاً پانچ پانچ سال) ملک میں حکمرانی کرتے ہیں، اس میں ووٹ کا صحیح استعمال ایک اہم ذمہ داری ہے، جس کا صحیح مصرف میں استعمال ضروری اور اس کے غلط استعمال نیز اس کو ضائع کرنے سے بچانا لازم ہے اور اس کو ایک دنیاوی معاملہ سمجھ کر اس بارے میں کوتاہی برتنا سخت گناہ اور سنگین جرم ہے جس کے نتائج ملک وملت اور آخرت کے علاوہ دنیا کے اعتبار سے بھی تباہ کن ہیں۔

اس لئے ہر شخص کو ووٹ کا صحیح صحیح استعمال کرنا چاہئے، اور مرد حضرات کے علاوہ عورتوں کو بھی باپردہ طریقہ پر رہتے ہوئے اہل شخص کے حق میں اپنے ووٹ کو استعمال کرنا چاہیے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

آج کل انتخابات میں جو خرابیاں پیش آرہی ہیں۔ ان کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک اور دیندار حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ووٹ عموماً ایسے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لئے جاتے ہیں، یا وہ برادریوں اور قومیتوں کے تعصّبات کا شکار ہوتے ہیں۔ اس لئے جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنٰی میں قابل اور دیانت دار معلوم ہو اُسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی جرم ہے (حیاتِ ترمذی صفحہ ۳۴۴، ۳۴۵)

اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ووٹ بھی بلاشبہ ایک شہادت ہے، قرآن وسنت کے یہ تمام احکام اس پر بھی جاری ہوتے ہیں، لہٰذا ووٹ کو محفوظ رکھنا (اور استعمال نہ کرنا) دینداری کا تقاضا نہیں، اس کا زیادہ سے زیادہ صحیح استعمال کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے (فقہی مقالات ج ۲ ص ۲۸۷ تا ۲۸۸)

[1] چنانچہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

اگر پولنگ اسٹیشن پر عورتوں کے لیے پردے کا انتظام ہو اور غیر محرم مرد منتظم نہ ہوں، بلکہ پیپر دینے لینے والی عورتیں کام کرتی ہوں تو عورت کو ووٹ دینے کے لیے جانا جائز ہے، اور غیر محرم مرد ہوں تو عورتیں نہ جائیں بلکہ مطالبہ کریں کہ ان کے لیے زنانہ منتظم مقرر کیے جائیں (کفایت المفتی مدلل مکمل مع عنوانات ج ۹، ص ۳۵۷)

اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

عام طور پر اس کو ایک ہار جیت کا کھیل اور خالص دنیاوی دھندہ سمجھ کر ووٹ لئے اور دیئے جاتے ہیں۔ لکھے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ووٹ کیسے شخص کو دیا جائے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ووٹ کا صحیح استعمال ضروری ہے تو ووٹ کیسے شخص اور کس طرح کے امیدوار کو دیا جائے؟ اور امیدوار میں کن صفات اور اوصاف کو دیکھا جائے؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

پڑھے دیندار مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ یہ کھیل صرف ہماری دنیا کے نفع نقصان اور آبادی یا بربادی تک نہیں رہتا۔ بلکہ اس کے پیچھے کچھ طاعت ومعصیت اور گناہ وثواب بھی ہے جس کے اثرات اس دنیا کے بعد بھی یا ہمارے گلے کا ہار، عذاب جہنم بنیں گے، یا پھر درجات جنت اور نجاتِ آخرت کا سبب بنیں گے (جواہر الفقہ ج ۵، ص ۵۳۱، طبعِ جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق نومبر ۲۰۱۰ء)

اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے ثواب وعذاب بھی محدود، قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے، اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے اس کا ثواب وعذاب بھی بہت بڑا ہے (جواہرُ الفقہ ج ۵، ص ۵۳۶، طبع جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق نومبر ۲۰۱۰ء)

اور حضرت مفتی محمد کفایتُ اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

ممبر کے لیے رائے دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنا نمائندہ بنا کر کمیٹی یا کونسل میں بھیجنا ہے، کمیٹی یا کونسل میں جا کر جس کام کی حاجت ہوتی ہے، اس کی لیاقت اور صلاحیت ممبر میں ہونی لازم ہے، اور اسی لیاقت اور صلاحیت کو ووٹ دینے کا معیار قرار دینا چاہیے، ووٹ کسی طمع یا خوف یا معاوضہ کی بناء پر دینا درست نہیں، غیر مستحق اور ایسے شخص کو جس میں لیاقت اور صلاحیت نہیں ہے، ووٹ دینا قومی خیانت ہے (کفایتُ المفتی مدلل مکمل مع عنوانات جلد نہم صفحہ ۳۵۷)

اور فتاویٰ بینات میں ہے کہ:

ضرورت ہے کہ ووٹر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے اپنے ووٹ کو صحیح مصرف میں استعمال کریں (فتاویٰ بینات جلد سوم صفحہ ۵۰۷)

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

موجودہ پارلیمانی طرزِ حکومت میں جو حکومت بھی برسرِ اقتدار آتی ہے وہ انتخابات ہی کے ذریعے اقتدار کے منصب تک پہنچتی ہے، لہٰذا اس حکومت کے تمام اعمال وافعال اس کے منتخب کرنے والے عوام کی طرف منسوب ہوتے ہیں، اور ان کی دنیوی اور اخروی ذمہ داری بڑی حد تک ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اپنے ووٹ دے کر اسے منتخب کیا۔ لہٰذا یہ انتخابات........کوئی کھیل تماشا نہیں ہے جسے بے پرواہی سے دیکھ کر گذار دیا جائے، بلکہ یہ انتہائی ذمہ داری کا معاملہ ہے، اور ملک کے ہر باشندے کا فرض ہے کہ وہ اسے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تو ووٹ ایسے عاقل بالغ شخص کو دینا چاہئے جو حکومت کے معاملات کو امانت، دیانت کے ساتھ چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو، مسلمانوں کا ہمدرد وخیر خواہ ہو، اور اگر کوئی مسلمان ملک یا مسلمان نمائندہ ہو، تو معتبر مسلمان کو ہی ووٹ دینا چاہئے، اور اگر ان صفات کے حامل ایک سے زیادہ امیدوار ہوں تو پھر دینداری اور علمِ دین اور دیانت وامانت میں جس کو برتری حاصل ہو، اس کو ووٹ دینا چاہئے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

پوری سوجھ بوجھ اور دیانت داری کے ساتھ طے کرے (اسلام اور سیاستِ حاضرہ ص ۸)

چونکہ دین کو لوگوں نے صرف نماز روزے کی حد تک محدود سمجھ لیا ہے، اس لئے سیاست ومعیشت کے کاروبار کو وہ دین سے بالکل الگ تصور کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے معاملات دین کی گرفت سے بالکل آزاد ہیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اپنی نجی زندگی میں نماز، روزے اور وظائف واوراد تک کے پابند ہوتے ہیں، لیکن نہ انہیں خرید وفروخت کے معاملات میں حلال وحرام کی فکر ہوتی ہے، نہ وہ نکاح وطلاق اور برادریوں کے تعلقات میں دین کے احکام کی پرواہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ انتخابات کو بھی ایک خاص دنیاوی سودا سمجھ کر اس میں مختلف قسم کی بدعنوانیوں کو گوارا کر لیتے ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ ان سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہوا ہے (فقہی مقالات جلد دوم، صفحہ ۲۸۹؛ اسلام اور سیاستِ حاضرہ ص ۸)

ووٹ ڈالنے کے مسئلہ کو ہرگز یوں نہ سمجھا جائے کہ یہ ایک خالص دنیوی مسئلہ ہے اور دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں، یقین رکھئے کہ آخرت میں ایک ایک شخص کو اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اور اپنے دوسرے اعمال کے ساتھ اس عمل کا بھی جواب دینا ہے کہ اس نے اپنی اس ''شہادت'' کا استعمال کس حد تک دیانت داری کے ساتھ کیا ہے (فقہی مقالات جلد دوم، صفحہ ۲۹۱)

۱ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اگر مسلمانوں کے ووٹ سے کسی سیاسی مجلس کا انتخاب کیا جائے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اُمور سیاسیہ میں جو شخص ماہر اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ان کے حقوق کی حفاظت کا اہل ہو، اس کو ووٹ دیں۔ ان اوصاف کے ساتھ اگر شریعت کا بھی پابند اور نیک صالح ہو تو وہی مستحق ہے (کفایت المفتی مدلل مکمل مع عنوانات جلد نہم صفحہ ۳۵۲)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

انتخاب کا معاملہ بہت سخت ذمہ داری کا ہے، رائے دینے والوں پر فرض ہے کہ وہ اس شخص کو رائے دیں جو نیک اور سمجھ دار اور ملک وقوم کا خیر خواہ ہو۔ روپیہ لے کر غیر مستحق کو رائے دینا حرام اور ملک وقوم کی خیانت وغدّاری ہے اور مستحق کو پیسہ لے کر رائے دینا رشوت ہے۔ اگر مستحق کو رائے دینے والا خود پیسہ نہ مانگے اور وہ خود دیدے تو خیر مباح ہوسکتا ہے لیکن غیر مستحق کو رائے دینا کسی طرح بھی حلال نہیں (ایضاً)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کسی حلقہ میں سب امیدوار ہی نااہل ہوں، تو اس حلقہ میں جو امیدوار دوسرے امیدواروں کے مقابلہ میں بہتر اور غنیمت ہو، اس کو ہی ووٹ دینا چاہیئے، کیونکہ یہ عقلی اصول ہے کہ:

''اندھوں میں کانا راجا ہوتا ہے''

اور ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا ہے کہ:

''نہ آدھی کو چھوڑ پوری کے پیچھے''

اور ووٹ کا حق استعمال کرنے سے پہلے سمجھدار اور صاحبِ رائے و خیر خواہ مسلمان لوگوں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیئے، اور ہر ایک کو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے طرزِ عمل سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

اپنی نمائندگی کے لئے ایسے شخص کو رائے دینی چاہیئے جو اہلِ اسلام کی مذہبی، معاشرتی، سیاسی صحیح ترجمانی اور نمائندگی کر سکے، اور جو شخص اس کے خلاف کسی ایسے شخص کو رائے دے جس سے یہ توقع نہ ہو بلکہ اس میں مضرت کا اندیشہ ہو وہ غلطی پر ہے، اور اس اعانت کی وجہ سے گناہ گار ہوگا (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد چہارم، صفحہ ۶۹۱)

الشروط المعتبرة فی أولی الأمر إجمالا:

يشترط فيمن يولی الخلافة -وهی أعلی درجات أولی الأمر :الإسلام، والحرية، والبلوغ، والعقل، والذكورة، والعلم، والعدالة بشروطها الجامعة، والكفاية.

فالعلم يقصد به :العلم المؤدی إلی التصرف المشروع فی الأمور العامة.

والعدالة يقصد بها هاهنا :الاستقامة فی السيرة والتجنب للمعاصی.

والكفاية يقصد بها :أن يكون قادرا علی إقامة الحدود، بصيرا بالحروب، كفيلا بحمل الناس عليها، مع سلامة الحواس كالسمع والبصر واللسان، ليصح معها مباشرة ما يدرک بها، والمقصود سلامتها مما يؤثر فی الرأی والعقل، ومن سلامة الأعضاء من نقص يمنع عن استيفاء الحركة وسرعة النهوض، والمقصود سلامتها مما يؤثر فی الرأی والعمل، ويكون متصفا بالشجاعة والنجدة المؤدية إلی حماية البيضة، وجهاد العدو، وأن يكون ذا رأی يؤهله لسياسة الرعية، وتدبير المصالح، قيما بأمر الحرب والسياسة وإقامة الحدود، لا تلحقه رأفة فی ذلک

أما من دون الخليفة من أولی الأمر فلهم شروط أقل مما ذكر، بحسب ما يلونه من أمور المسلمين، وتعرف فی أبواب القضاء والجهاد ونحوهما ومرجعها إلی توافر القوة والأمانة .قال الله تعالی: (إن خير من استأجرت القوی الأمين)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص ١٩٠)

بچنا چاہئے، کیونکہ اس کا نتیجہ انتشار وافتراق کی بھیانک شکل میں برآمد ہوتا ہے، اور بسا اوقات اچھے اور مستند لوگوں کے ووٹ الگ الگ تقسیم ہونے سے سب ضائع چلے جاتے ہیں، اور کوئی نا اہل وبدتر شخص اکثریت حاصل کر کے منتخب ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

أَلَا وَإِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّ فُلَانًا قَالَ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ بَايَعْتُ فُلَانًا فَمَنْ بَايَعَ امْرَأً مِّنْ غَيْرِ مَشُوْرَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنَّهُ لَا بَيْعَةَ لَهُ وَلَا لِلَّذِيْ بَايَعَهُ

(صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: خبردار مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فلاں نے یہ کہا ہے کہ اگر عمر فوت ہو گئے تو میں فلاں سے بیعت ہوں گا، جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی (حکمرانی کی) بیعت کرے گا اس کی (اس حکمرانی کی) بیعت کا کوئی اعتبار نہیں، اور نہ ہی اس شخص کے ہاتھ پر (یہ بیعت) صحیح ہوگی جس سے بیعت لی گئی ہے (ابنِ حبان)

اور شریعت کی ایک ہدایت یہ ہے کہ کسی امانت ودیانت دار عاقل بالغ مرد کو حکمرانی کے لئے منتخب کیا جائے، اور عورت کو حکمرانی کے لئے منتخب نہ کیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَارِسًا مَلَّكُوْا ابْنَةَ كِسْرٰى قَالَ: لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً (بخاری) [2]

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ فارس کے لوگوں نے کسریٰ کی بیٹی کو

---

[1] رقم الحدیث ۴۱۳، کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین.
فی حاشیة ابنِ حبان: إسناده صحیح علی شرط الشیخین.

[2] رقم الحدیث ۷۰۹۹، کتاب الفتن، باب الفتنة التی تموج کموج البحر، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۵۱۷، المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۷۷۹۰.
قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه.
و قال الذهبی: علی شرط البخاری ومسلم.

بادشاہ بنالیا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح (وکامیابی) نہیں پاسکتی کہ جس نے حکومت عورت کے سپرد کردی (بخاری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَمَّا هَلَكَ كِسْرٰى قَالَ: مَنِ اسْتَخْلَفُوْا؟ قَالُوْا: بِنْتَهٗ، قَالَ: لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: جب کسریٰ فوت ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ ان لوگوں نے کس کو خلیفہ (وحکمران) بنایا؟ تو لوگوں نے عرض کیا کہ کسریٰ کی بیٹی کو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح (وکامیابی) نہیں پاسکتی، جس نے حکومت عورت کے سپرد کردی (نسائی)

اس طرح کی حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

عورت کیونکہ مرد کے مقابلہ میں ناقص عقل اور ناقص رائے کی حامل ہے، اور حکومتی معاملات میں کامل عقل ورائے کی ضرورت ہے، نیز حکمرانی کے معاملات میں حکمران کو کثرت سے اجنبی لوگوں کے ساتھ واسطہ وسابقہ پیش آتا ہے، اور اندرون وبیرون ملک سفر واسفار کی ضرورت پڑتی ہے، اور قوم اور اجنبی بلکہ غیر مسلم لوگوں سے مخاطب ہونا پڑتا ہے، جس میں عورت کے لئے فتنہ ہے، اس لئے عورت کے حکمران بننے کو شرعاً پسند نہیں کیا گیا۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۵۳۸۸، کتاب آداب القضاۃ، باب النہی عن استعمال النساء فی الحکم.

[2] عن جابر بن سمرۃ قال :سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول :لن یفلح قوم یملک أمرہم امرأۃ.لا یروی ہذا الحدیث عن جابر بن سمرۃ إلا بہذا الإسناد، تفرد بہ :عبد الرحمن بن عمرو بن جبلۃ "(المعجم الاوسط ، رقم الحدیث ۴۸۵۵)

قال الہیثمی: رواہ الطبرانی فی الأوسط عن شیخہ أبی عبیدۃ عبد الوارث بن إبراہیم ولم أعرفہ، وبقیۃ رجالہ ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۹۰۶۰، باب ملک النساء)

[3] (وعن أبی بکرۃ) بالتاء (قال لما بلغ رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم -أن أہل فارس) بکسر الراء وفتح السین (قد ملکوا) بتشدید اللام ;أی جعلوا الملک (علیہم بنت کسری) بکسر الکاف ویفتح، ملک الفرس معرب خسروا ;أی واسع الملک ذکرہ فی القاموس، وفی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم اگر کوئی مسلمان عورت سربراہِ مملکت بن جائے، تو اس کی حکومت کے جائز قوانین کی پابندی ضروری ہوجاتی ہے۔ [1]

اور مذکورہ حکم، عورت کے سربراہِ مملکت بنانے کے بارے میں ہے، اور اگر خاص خواتین کے حقوق اور ان کے متعلقہ اُمور کے بارے میں عورت کو کوئی نیچے درجہ کا مخصوص عہدہ دیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، بشرطیکہ عورت حیاء وپردہ داری کے اُصولوں کا لحاظ کرے۔

اگر بالفرض کسی جگہ کوئی بھی اہل امیدوار سامنے نہیں تب بھی کم بُرائی والے کو اس نیت سے ووٹ دینا تاکہ زیادہ بُرائی والے کا زور توڑا جاسکے، انتخاب کا ایک کم سے کم شرعی وقانونی معیار ہے، اس لیے ایسی صورت میں بھی ووٹ کا استعمال اپنی قبر وآخرت کو سامنے رکھ کر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

النهاية لقب ملك الفرس، يعني كما أن قيصر لقب ملك الروم، وفرعون لقب ملك مصر، وتبع لملك اليمن، (قال لن يفلح قوم ولوا) بالتشديد ;أي فوضوا (أمرهم) ; أي أمر ملكهم (امرأة) في شرح السنة ;لا تصلح المرأة أن تكون إماما، ولا قاضيا ;لأنهما محتاجان إلى الخروج للقيام بأمور المسلمين، والمرأة عورة لا تصلح لذلك، ولأن المرأة ناقصة ;والقضاء من كمال الولايات ;فلا يصلح لها إلا الكامل من الرجال(مرقاة المفاتيح، ج٦، ص ٢٤٠٦، كتاب الامارة و القضاء)

(لن يفلح قوم ولوا) وفي رواية ملكوا (أمرهم امرأة) بالنصب على المفعولية وفي رواية ولي أمرهم امرأة بالرفع على الفاعلية وذلك لنقصها وعجز رأيها ولأن الوالي مأمور بالبروز للقيام بأمر الرعية والمرأة عورة لا تصلح لذلك فلا يصح أن تولى الإمامة ولا القضاء قال الطيبي :هذا إخبار بنفي الفلاح عن أهل فارس على سبيل التأكيد وفيه إشعار بأن الفلاح للعرب فتكون معجزة(فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٧٣٩٣، حرف اللام)

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> قرآن وسنت کے واضح ارشادات کی بناء پر یہ بات چودہ سو سال سے فقہائے امت میں مسلّمہ اور غیر متنازعہ چلی آئی ہے کہ کسی اسلامی حکومت میں سربراہی کے منصب کی ذمہ داریاں کسی خاتون کو سونپی نہیں جاسکتیں (نوادرُ الفقہ جلد۲ صفحہ۱۵۲)

[1] چنانچہ تقریرِ ترمذی میں ہے کہ:

> صحیح یہ ہے کہ اگر عورت بھی حاکم بن جائے، تو اس کی امارت منعقد ہوجاتی ہے، اور اس کے احکام نافذ ہوں گے، البتہ جن لوگوں نے اس عورت کو حاکم بنایا، یا اس کو حاکم بنانے میں کسی قسم کا تعاون کیا، وہ گناہ گار ہوں گے (تقریرِ ترمذی، ج۲، ص۳۱۸، ابواب الجہاد، باب ماجاء فی طاعۃ الامام)

حاضرین میں سے کم شَر والے کے لیے ہونا چاہیے، اور اگر خیر وشَر کا مقابلہ ہو، تو بہر حال اسی کے لئے ووٹ کا حق متعین ہے، کیونکہ خیر کو شر پر ترجیح ہوا ہی کرتی ہے، جس کی مزید تفصیل آگے غلط فہمیوں اور کوتاہیوں کے ذیل میں آتی ہے۔

جماعتی اور آزاد امیدوار کی حیثیت

انتخابات اور ووٹ کے سلسلہ میں ایک بات یہ بہت اہم ہے کہ جب جماعتی انتخابات ہو رہے ہوں تو شخصی وذاتی کردار کے مقابلہ میں جماعت کا منشور زیادہ اہمیت وتوجہ کا حامل ہوتا ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں آزاد امیدوار کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ قانونی یا غیر قانونی اعتبار سے اس چیز کا پابند نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ذاتی مفادات واغراض کو دیکھتے ہوئے کسی غلط جماعت کے ساتھ شامل نہ ہوسکے، اس لئے عموماً آزاد امیدوار منتخب ہوکر اپنے مفادات کی خاطر بہتر منشور والی جماعت کے مدِ مقابل جماعت کے ساتھ شامل ہوکر بہتر منشور والی جماعت کے نقصان کا باعث ہوسکتا ہے، اور ماضی میں کثرت سے ایسا ہوتا بھی رہا ہے۔

لہٰذا بہتر منشور کی جماعت کے ہوتے ہوئے آزاد امیدوار کو ووٹ دینا ایک طرح سے بہتر منشور والی جماعت کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے، جس سے عام حالات میں بچنا چاہئے۔ [۱]

---

[۱] حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اگر جماعتی انتخابات ہو رہے ہوں تو جماعتی منشور اور اس کے نظریات قابلِ لحاظ ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ذاتی شخصی حالات کی زیادہ اہمیت پیشِ نظر نہیں رہتی جبکہ اس کا ظنِ غالب (غالب گمان) ہو یا قانونی پابندی لگادی گئی ہو کہ کامیاب ہونے کے بعد اپنی جماعت کے نظریات کے ساتھ وابستہ اور اس کی حمایت کرتا رہے گا اور آزاد امیدوار چونکہ کسی منشور اور جماعت کا پابند نہیں ہوتا اس لئے کامیابی کے بعد اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اسلامی نظریات کی حامل جماعتوں کا ساتھ ضرور ہی دے گا۔

کیونکہ وہ کسی قانونی پابندی سے اس پر مجبور نہیں، اس کو اختیار ہوتا ہے کہ جس جماعت کے ساتھ مل جائے اور اپنا ذاتی نفع حاصل کرلے، اس لئے آزاد امیدوار کو ووٹ دینا نتیجہ کے لحاظ سے اسلامی نظریات کی حامل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امیدوار کے انتخاب وترجیح کا خلاصہ

بہر حال کسی بھی علاقہ وملک میں امیدوار کو ووٹ دینے کے انتخاب ومعیار کے لئے چند اصول ہیں، جن کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

(۱)...... غیر مسلم امیدوار کے مقابلہ میں مسلم امیدوار کو ترجیح ہوگی۔

(۲)...... اگر کسی ملک یا حلقہ میں باہم غیر مسلموں کا مقابلہ ہو، اور ان میں کوئی امیدوار بھی مسلم نہ ہو، تو اُن میں سے امانت دار اور مسلمانوں کے خیر خواہ امیدوار کو ترجیح ہوگی۔

(۳)...... مرد اور عورت کے مقابلہ میں مرد کو ترجیح ہوگی۔

(۴)...... جماعتی اور آزاد امیدوار کے مقابلہ میں بہتر منشور والے جماعتی امیدوار کو ترجیح ہوگی۔

(۵)...... ایک سے زیادہ جماعتی امیدوار ہونے کی صورت میں اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بہتر امیدوار کو، اور لبرل اور دوسروں کے مقابلہ میں دیندار، خیر خواہ اور امانتدار جماعت کے امیدوار کو ترجیح ہوگی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جماعتوں کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے، اس لئے اس کو ہرگز ووٹ نہ دیا جائے۔ البتہ اگر کوئی حلقہ ایسا ہو کہ اس میں اسلامی نظریات کی حامل جماعتوں کی طرف سے کوئی امیدوار کھڑا ہی نہیں کیا گیا تو پھر اس (آزاد امیدوار) شخص کی ذاتی صلاحیت ودیانت داری کے لحاظ سے (اس سے) یہ عہد لے کر کہ کامیابی کے بعد اسلامی نظریات کی حامل جماعت کی حمایت کرتا رہے گا اس کو ووٹ دیا جاسکتا ہے (حیاتِ ترمذی، صفحہ نمبر ۳۴۵)

اور فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

ووٹ ایک امانت اور سفارش ہے، یا ایک قسم کی شہادت ہے، اس اعتبار سے کسی فاسق یا فاجر شخص کو ووٹ نہیں دینا چاہیے، ووٹ کسی دیانتدار امانتدار اور دیندار یا ایسے شخص کو دینا چاہیے جو قوم اور ملک کے لیے مفید ثابت ہو؛ تاہم جہاں کہیں پارٹی کی بنیاد پر الیکشن ہو تو اس میں شخصیت کے مقابلے میں پارٹی کے منشور کو مدِ نظر رکھنا زیادہ مناسب ہے (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۳۱۰)

(۶)......کسی حلقہ میں ایک سے زیادہ برابر اچھی صفات کے حامل امیدواروں میں اس امیدوار کو ترجیح ہوگی، جو دوسروں کے مقابلہ میں ان صفات میں زیادہ اعلیٰ اور بہتر و عمدہ ہو۔

(۷)...... اگر کسی حلقہ میں کسی بھی امیدوار میں پوری اہلیت وصلاحیت نہ ہو، تو ان میں سے کم شَر اور کم ضرَر والے کو دوسرے امیدواروں پر ترجیح ہوگی۔

(۸)...... اگر ایک امیدوار ایسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کا منشور دوسری جماعتوں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے، مگر اکثر لوگوں کے اس طرف رجحان نہ ہونے کی وجہ سے غالب گمان یہ ہے کہ اس کو ووٹ دینے سے خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا، بلکہ ایک طرح سے ووٹ ضائع چلا جائے گا، اور اس کے نتیجہ میں زیادہ شَر اور ضرَر والی جماعت کے امیدوار کو فائدہ ہوگا، تو ایسی حالت میں اس کے بجائے ایسے امیدوار کو ووٹ دینا زیادہ مناسب ہوگا کہ جس کو ووٹ دینے سے بڑے شَر و ضرَر والے کا زور ٹوٹے۔ [1]

اگر کسی وقت ترجیح دینے میں مشکل ہو، تو مسلمان خیر خواہ واہلِ رائے حضرات سے مشورہ کرنا چاہئے۔ [2]

---

[1] مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ: اگر دینی جماعت کی پوزیشن کمزور ہے، اور غالب گمان یہ ہے کہ اس کا نمائندہ جیت نہیں سکے گا، تو اس کو ووٹ نہ دیا جائے، ایسی صورت میں اس سیاسی جماعت کو ووٹ دیا جائے، جس کا شر دوسری جماعتوں سے کم ہو (ماہنامہ ''دارالتقویٰ'' لاہور، رجب ۱۴۳۴ھ، مئی 2013ء، ص ۶۲)

[2] رکنیتِ پارلیمنٹ کی نااہلی کی جو صورتیں دستورِ پاکستان میں تحریر کی گئی ہیں، ان میں درجِ ذیل شرائط بھی ہیں کہ:

(د) وہ اچھے کردار کا حامل نہ ہو، اور عام طور پر احکامِ اسلام سے انحراف میں مشہور ہو۔

(ہ) وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو، اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔

(و) وہ سمجھدار، پارسا نہ ہو، اور فاسق ہو، اور ایمان دار اور امین نہ ہو۔

(ز) کسی اخلاقی پستی میں ملوث ہونے یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ ہو۔

(ح) اس نے قیامِ پاکستان کے بعد ملک کی سالمیت کے خلاف کام کیا ہو یا نظریہ پاکستان کی مخالفت کی ہو۔

(''آرٹیکل ۶۲'' حصہ سوم، باب ۲، پارلیمنٹ کے ارکان کی بابت احکام، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور)

ووٹوں کے متعلق چند غلط فہمیاں اور کوتاہیاں

ووٹ کا شرعی حکم اور اس کی شرعی حیثیت ملاحظہ کرنے کے بعد اب ووٹوں سے متعلق موجودہ دور میں علمی، دینی اور عوامی سطح کی چند غلط فہمیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)

ووٹ کے بجائے اللہ کے حکم، یا نیکی ودعاء سے تبدیلی کا شبہ

آج کل دینی ذہن رکھنے والے ایک بڑے طبقہ کا خیال یہ ہے کہ حکومت یا حکمران ووٹوں سے منتخب نہیں ہوتے، بلکہ اللہ کے حکم سے منتخب ہوتے ہیں، اور اللہ کی طرف سے اچھے اور بُرے حکمرانوں کا انتخاب، بندوں کے اچھے اور بُرے اعمال کے مطابق ہوتا ہے، اگر بندے نیک اعمال کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اچھے حکمران منتخب فرماتا ہے، اور بندے بُرے اعمال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بُرے حکمران منتخب فرماتا ہے۔

اس لئے ووٹوں کے بجائے اپنے اعمال کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، اور اسی طرح اللہ سے اچھے حکمرانوں کی دعاء بھی کرنی چاہئے، اسی لئے یہ لوگ ووٹوں کے دن گھروں یا مسجدوں میں بیٹھ کر ذکر اور دعاء میں مشغول رہتے ہیں، پھر نتائجِ بد سامنے آنے کے بعد کہتے ہیں کہ لوگوں کے اعمال ہی اس قابل تھے تو ہماری دعاء وذکر سے کیا ہوسکتا تھا؟

جبکہ یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگی نہیں رکھتا، کیونکہ اسلام میں ہر چیز کو ایک درجہ دیا گیا ہے، اور اس کو اپنے وقت پر انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

اصلاح، نیک اعمال، ذکر ودعاء وغیرہ جیسی چیزوں سے ایک مسلمان کو کیونکر انکار ہوسکتا ہے، لیکن ان چیزوں کے لئے تو ہر وقت موجود ہے، دن، رات میں جب چاہیں یہ کام کرلیں، لیکن ووٹ اور انتخاب کے دن تو ووٹ ہی ڈالنے کے عمل کو اختیار کرنا چاہئے۔

یہ بات شرعی اعتبار سے طے شدہ ہے کہ انسان کا اصل توکل وبھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے، اور اسی سے ہرضرورت کی دعاء کرنی چاہئے، اور گناہوں سے بچ کر نیک اعمال کو اختیار کرنا چاہئے، لیکن اسی کے ساتھ تدبیر اور اسباب کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے، چنانچہ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو رزق پہنچانے کا وعدہ کیا ہے، لیکن کوئی مسلمان بھی یہ سوچ کر کہ رزق کا وعدہ تو اللہ نے کرلیا ہے، روزی کمانے اور کسبِ معاش کے ذریعہ کو ترک نہیں کرتا، اور نماز، روزہ ودیگر نیک اعمال اور ذکر ودعاء پر اکتفاء نہیں کرتا۔

یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ہر جاندار کو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پیدا فرماتی اور وجود بخشتی ہے، لیکن اس کے باوجود نکاح اور حقِ زوجیت کے سبب کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے، کوئی مسلمان یہ سوچ کر کہ بچہ بلکہ ہر جاندار تو اللہ کے حکم سے وجود میں آتا ہے، شادی، بیاہ اور اس کے بعد حقِ زوجیت کو ترک کر کے، اولاد کے حصول کے لئے نیک اعمال اور ذکر ودعاء پر اکتفاء نہیں کرتا۔

قرآن وسنت میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ اللہ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے، اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، لیکن اس کا کوئی عقلمند یہ مطلب نہیں سمجھتا کہ پھر دوسرے کو ہدایت کی طرف لانے اور برائی سے بچانے کی کوشش کرنا یا بالفاظِ دیگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جدوجہد بے کار و بے سود ہے، بلکہ اس کی کوشش وجدوجہد اپنی جگہ ضروری سمجھی جاتی ہے۔

اسی طرح سے دوسرے معاملات کو بھی سمجھ لینا چاہئے، پس اللہ پر توکل وبھروسہ اور نیک اعمال اور دعاء میں تاثیر ہونے اور اللہ کی طرف سے جس کو چاہیں حکومت دیئے جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسباب اور تدابیر کو چھوڑ دیا جائے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اسباب اور تدابیر کو تو اختیار کرنا چاہئے، لیکن ان اسباب اور تدابیر کو مؤثر بالذات نہیں سمجھنا چاہئے، بلکہ اسباب وتدابیر کو اختیار کر کے بھروسہ اللہ پر ہی رکھنا چاہئے، اور نتائج کو اللہ کے حوالہ کردینا چاہئے، اور اچھے نتیجہ وانجام کی دعاء کرنی چاہئے۔

بالکل اسی طرح ہمیں نیک اعمال اور دعاء واستغفار وغیرہ کا ہمہ وقت اہتمام کرنا چاہئے، اور انتخاب اور ووٹ کے موقع پر اس تدبیر اور سبب کو بھی امانت ودیانت اور ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنا اور انجام دینا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان ویقین انتہائی پختہ ومضبوط ہونے اور نیک اعمال ودعاء وغیرہ کا غیر معمولی اہتمام کرنے کے باوجود، انہوں نے حکومت وحکمرانی کے انتخاب کے لئے تدابیر واسباب اختیار کرنے کا اپنے قول وفعل سے اظہار فرمایا، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سیاسی بیعت کا اہتمام فرمایا، اور نبی ﷺ نے بھی اپنے بعد امت کو حکمرانی کے انتخاب اور حکومت کی اطاعت کا بار بار حکم فرمایا، یہاں تک کہ بغیر حکومت کے رہنے کے مقابلہ میں، فاجر وگناہ گار حکمران کے انتخاب واختیار کرنے کا بھی حکم فرمادیا۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ووٹ کی ایک حیثیت سیاسی بیعت کی بھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ کے حکم اور نیک اعمال ودعاء وغیرہ کے سہارے وبھروسہ پر انتخاب اور ووٹ کی ذمہ داری سے غفلت اختیار کرنا، دین کے رنگ میں نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔

(۲)

ووٹ کے بجائے امر بالمعروف، نہی عن المنکَر کرنے کا شبہ

بعض لوگ ووٹوں کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ تبدیلی ووٹوں کے بجائے اللہ کے حکم سے ہوتی ہے، اور اصل ضرورت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا بالفاظِ دیگر دعوت وتبلیغ کی ہے۔

لہٰذا لوگوں کو ووٹ دینے کی ترغیب دینے یا اہتمام کرنے کے بجائے لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکَر کرنا چاہئے۔

اور ظاہری نظر میں اگرچہ یہ بات دینی نقطۂ نظر سے بڑی خوش کُن معلوم ہوتی ہے، لیکن غور کرنے سے اس کی حیثیت بھی واضح ہوجاتی ہے، کیونکہ اوّلاً تو امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر کی مختلف صورتیں اور شکلیں ہیں، یہ کسی ایک طریقہ کے ساتھ خاص نہیں، اوراس کے درجات بھی مختلف ہیں، اورامر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ضرورت اپنی جگہ مسلَّم ہے، لیکن جب ووٹ کی حیثیت وکالت، گواہی، سفارش، مشورہ اورسیاسی بیعت کی ہے، تواس عمل کا صحیح طرح استعمال کرنا خودشریعت کا حکم ہوگیا، اوراس کا انکارکرنا شریعت کے ایک حکم کاانکارکرنا ہوا، دوسرے انتخاب کا خود یہ عمل بھی ایک طرح سے امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے وسیع مفہوم میں داخل ہے، کہ ووٹ دینے والا اپنی ذمہ داری کواداکر کے نااہل کے مقابلہ میں اہل اور بدتر کے مقابلہ میں بہتر حکومت کے لئے انتخاب کی کوشش وجدوجہد کرتا ہے۔

صحابۂ کرام اوراسلاف نے ان سب طریقوں کواپنی زندگی کا حصہ بنایا ہے، اورکسی ایک شکل میں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی تخصیص نہیں فرمائی۔

اورسب کے نااہل ہونے کے شبہ کا جواب الگ ذکرکیا جاچکا ہے۔

(۳)

ووٹ کے نظام میں سب ووٹروں کی رائے برابر ہونے کا شبہ

بعض دینی ذہن رکھنے والے حضرات موجودہ ووٹوں کے متعلق یہ کہا کرتے ہیں کہ اس نظام میں نیک اوربد، عقل منداور بے وقوف، تجربہ کاراوراناڑی، عالم وجاہل، عورت ومردسب کی رائے کو برابر درجہ دیا جاتا ہے، جوکہ صحیح طریقہ نہیں ہے، لہٰذااس طریقہ کے تحت ووٹ ڈالنا بھی درست نہیں۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بلاشبہ شرعی وعقلی اعتبار سے جومقام عقل مند شخص کی رائے وگواہی کو حاصل ہے، وہ اناڑی وبیوقوف شخص کی رائے کو حاصل نہیں، کیونکہ عقلمند شخص کی رائے اور گواہی، قوی اوراچھی ہوتی ہے، اوراس کے مقابلہ میں اناڑی وبیوقوف کی رائے وگواہی کمزور اورخراب ہوتی ہے۔

اسی طرح جو حیثیت ایک دیانت دار شخص کی رائے و گواہی کو حاصل ہے، وہ بددیانتی کے مرتکب اور لالچی شخص کی رائے و گواہی کو حاصل نہیں، کیونکہ بددیانت اور لالچی شخص پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ وہ امانت سپرد کرنے اور رائے و گواہی قائم کرنے میں دیانت داری سے کام لے گا۔

اسی طرح جو درجہ مرد کی گواہی کو حاصل ہے، وہ عورت کی گواہی کو حاصل نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیا ہے۔

اور حدیث میں عورت کو ناقص العقل والدین قرار دیا گیا ہے۔

علامہ اقبال کا مروَّجہ طرزِ انتخاب کے بارے میں ایک شعر ہے کہ:

جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنِا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

بالخصوص جس خطہ کے اکثر لوگ تعلیم اور صحیح قومی وسیاسی شعور سے محروم ہوں، اور اس سے بڑھ کر اخلاقی طور پر ذاتی اغراض، برادریوں کے مفادات یا صوبائی، علاقائی، نسلی ولسانی وغیرہ جیسی گروہ بندیوں اور تعصّبات کے شکار ہوں۔

وہاں ہر کس و ناکس سے اس فیصلہ کی توقع رکھنا کہ وہ نیک نیتی اور امانت و دیانت کے ساتھ ایسے افراد یا ایسی جماعت کو ووٹ دے گا جو اس اہم ذمہ داری کو نبھانے اور دیانت داری کے ساتھ انجام دینے کے اہل ہوں، مشکل ہے۔

اسی لئے بہت سے فقہاء نے حکمرانی کے انتخاب کا حق علماء اور صلحاء کو دیا ہے۔ [1]

---

[1] والمراد بالبيعة بيعة أهل الحل والعقد، وهم :علماء المسلمين ورؤساؤهم ووجوه الناس، الذين يتيسر اجتماعهم حالة البيعة بلا كلفة عرفا، ولكن هل يشترط عدد معين؟

اختلف فى ذلك الفقهاء، فنقل عن بعض الحنفية أنه يشترط جماعة دون تحديد عدد معين. وذهب المالكية والحنابلة إلى أنها لا تنعقد إلا بجمهور أهل الحل والعقد، بالحضور والمباشرة بصفقة اليد، وإشهاد الغائب منهم من كل بلد، ليكون الرضا به عاما، والتسليم بإمامته إجماعا.

وذهب الشافعية إلى أنه لا يشترط اتفاق أهل الحل والعقد من سائر البلاد، لتعذر ذلك وما فيه من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن چونکہ اس وقت جو ووٹوں کے ذریعہ سے حکمرانوں کے انتخاب کا طریقہ اور نظام مختلف ممالک میں چل رہا ہے، اس میں اس طرح کی اصلاحات کرنا سرِ دست ہر شخص کی قدرت میں نہیں، تو اسباب کے درجہ میں سرِ دست ووٹ کا استعمال اور صحیح استعمال ایک شرعی واخلاقی اور قانونی ذمّہ داری ہے۔

دوسری طرف اس اختلاف وانتشار کے دور میں عوام کے بہت بڑے طبقہ اور اسی طرح خواتین کو یہ کہہ کر نظرانداز کردینا کہ ان کو انتخاب میں رائے دینے کا حق نہیں، یا ان کی رائے مرد کے مقابلہ میں آدھی ہے، بلکہ معاشرہ میں علماء وصلحاء کا انتخاب اور نشاندہی وتعیین، یہ سب کچھ انتہائی مشکل کام ہے، اس لئے موجودہ ووٹوں اور انتخاب کا نظام جس کو قانونی تحفظ حاصل ہے، اس کو غنیمت سمجھتے ہوئے ووٹوں کا استعمال کرنا چاہئے۔

اور اگر عوام اور ان پڑھ لوگ اور اسی طرح خواتین اپنے ووٹوں کا استعمال علماء، صلحاء اور عقلاء کی رائے اور ان سے مشورہ کرکے کریں، تو کافی حد تک اس قسم کی خرابیوں سے حفاظت بھی ہوسکتی ہے، نیز اگر یہ دیکھا جائے کہ عوامی انتخابات جو ہمارے یہاں رائج ہیں، اس میں عوام براہِ راست صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم کا انتخاب نہیں کرتے، بلکہ ایک جماعت کو اس کام کے لئے منتخب کرتے ہیں، جو پھر صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم کا انتخاب کرتے ہیں، تو اس جہت سے ایک جماعت کے اس کام کے انتخاب کے لئے ملک کے عوام کی اکثریت کی رائے کوئی بُری چیز نہیں، بالخصوص جبکہ ووٹ کی اہمیت اور اس کے صحیح استعمال کی عوام کو تبلیغ کی جائے، اور دیگر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المشقة، وذكروا أقوالا خمسة فى ذلک فقالت طائفة :أقل ما تنعقد به الإمامة خمسة، يجتمعون على عقدها أو يعقد أحدهم برضا الباقين، واستدلوا بخلافة أبى بكر لأنها انعقدت بخمسة اجتمعوا عليها، ثم تابعهم الناس فيها .وجعل عمر الشورى فى ستة ليعقدوا لأحدهم برضا الخمسة.

وذهبت طائفة إلى أن الإمامة لا تنعقد بأقل من أربعين، لأنها أشد خطرا من الجمعة، وهى لا تنعقد بأقل من أربعين، والراجح عندهم :أنه لا يشترط عدد معين، بل لا يشترط عدد، حتى لو انحصرت أهلية الحل والعقد بواحد مطاع كفت بيعته لانعقاد الإمامة، ولزم على الناس الموافقة والمتابعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦ص ٢٢١،الامامة الكبرىٰ،مادة ”امام“)

خرابیوں کی اصلاح کرلی جائے۔ [1]

اور آخری درجہ میں عرض ہے کہ اگر علماء وصلحاء کو ہی رائے دینے کا حق حاصل ہو، اور ان کی رائے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ وزنی قرار دی جائے، تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ علماء، صلحاء، عقلاء اور دانشور ووٹ دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، مگر ہم صورتِ حال اس کے برعکس دیکھتے ہیں، وہ یہ کہ علماء، صلحاء، عقلاء ودانشور اکثر وبیشتر ووٹ ڈالنے کی زحمت ہی نہیں کرتے، لہٰذا حکومت کا قیام جو ضروری چیز ہے، اس کو تو بروئے کار لانے کے لئے کسی نہ کسی کو اپنی رائے دینی پڑے گی، یہ بات تو عقل ونقل کی رو سے درست نہیں کہ ایک ضروری کام کی اہلیت رکھنے والے افراد خود تو اس کام کو انجام دیں نہیں، اور اپنی ذمہ داری پوری کریں نہیں، اور اوپر سے دوسروں کے اس کام کے کرنے پر اعتراض بھی کریں۔

یہ تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے والی بات ہوئی، غرضیکہ ذمہ دار، امانت ودیانت دار لوگوں کا ووٹ کا صحیح استعمال کرنا موجودہ ووٹوں کے نظام کے بگاڑ کی اصلاح کا ایک قدم ہے، جس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

(۴)

دین داروں کا ووٹ کے استعمال کو گناہ سمجھنا

ہمارے معاشرہ میں دینی ذہن رکھنے والا ایک بڑا طبقہ وہ ہے کہ جو ووٹ کے استعمال کو اہمیت تو کیا دیتا، وہ اس کے موجودہ حالات میں استعمال ہی کو ہر حال میں گناہ، بلکہ کبیرہ گناہ سمجھتا ہے، اور اس کا خیال یہ ہے کہ چونکہ مروجہ انتخابات کے طریقہ میں شرعی تقاضوں کی رعایت نہیں ہے، یا عام طور پر موجودہ امیدواروں میں سے کوئی امیدوار بھی ووٹ کا صحیح اہل اور مستحق نہیں ہوتا، اس لئے کسی بھی امیدوار کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا جرمِ عظیم سے کم حیثیت نہیں رکھتا۔

---

[1] شرعی وفقہی اعتبار سے بھی بہت سے مقامات پر للاکثر حکم الکل کے قاعدہ کو مؤثر مانا گیا ہے۔

یہ یا اس سے ملتے جلتے خیالات ہمارے معاشرہ کے بہت سے دینی ذہن یا دینی علم رکھنے والے طبقہ میں پائے جاتے ہیں، اور اسی قسم کی وجوہات کے پیشِ نظر ہمارے معاشرہ میں مجموعی طور پر ووٹوں کے استعمال کا تناسب، استعمال نہ ہونے والے ووٹوں کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا ہے۔

سابقہ تجربات کے مطابق ہمارے یہاں ووٹنگ کا ٹرن آؤٹ اور ووٹوں کا استعمال اوسطاً بیس سے چالیس فیصد کے درمیان رہتا ہے۔

اور ہمارے یہاں ساٹھ سے اَسّی فیصدی طبقہ ہمیشہ ووٹ کے استعمال سے الگ تھلگ رہتا ہے، اور ووٹ کے استعمال کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

مگر مذکورہ طرزِ عمل شرعی اور قانونی اعتبار سے درست نہیں۔

کیونکہ بے شک مروجہ طریقۂ انتخاب، شرعی اعتبار سے ایک درجہ میں قابلِ اصلاح ضرور ہے، لیکن اگر کسی کے دائرہ کار میں اس نظام کی اصلاح کا اختیار ہو تو اسے تو اصلاح کا اہتمام وکوشش کرنی چاہئے، اور جس کو اختیار نہ ہو، اور وہ نظام اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی چل رہا ہو، بلکہ ظاہری اسباب کے درجہ میں اس کی بنیاد پر انتخابات ہو رہے ہوں، اور امیدوار منتخب ہو کر حکمران بن رہے ہوں، تو ان حالات میں ہر فرد کو اپنی حد تک ووٹ کے صحیح استعمال کی ذمہ داری پوری کرنا ضروری ہے، بالخصوص جبکہ ملک کے فاسق وفاجر بلکہ کافر لوگ بھی ووٹ استعمال کرکے اپنی پسند کے امیدواروں کو تقویت پہنچا رہے ہوں، تو ایسے وقت میں دینی اور ملکی تعمیر وترقی کی سوچ رکھنے والے اہلِ خیر واہلِ دانش واہلِ رائے افراد کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اور قانونی اعتبار سے بھی جس کو ووٹ دینے کا اہل قرار دیا گیا ہو، اسے ووٹ کا استعمال کرنا ضروری ہے، ووٹ نہ دے کر اور اسے ضائع کرکے اس قانون شکنی کے گناہ کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے، جبکہ مباح اور جائز قوانین کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہے۔

(۵)

شریف اور امیر لوگوں کا ووٹ استعمال نہ کرنا

ہمارے یہاں بہت سے شریف اور امیر لوگ ووٹ کے لئے سڑکوں اور گلیوں میں ووٹ ڈالنے کے لئے لگی قطاروں میں کھڑے ہونے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، یا پھر اپنی دولت کے بل بوتے پر اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے کہ حکمرانوں میں کون لوگ اور کس قسم کی جماعت آتی ہے۔

اس لئے شریف اور امیر لوگ تو اپنے گھروں میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہتے ہیں اور دنیا دار واوباش قسم کے لوگ اپنے ووٹ کو غلط استعمال کر کے باطل اور نااہل امیدواروں کو ایک طرح سے تقویت پہنچاتے ہیں، اور دنیاداروں ونااہلوں کے لئے میدان بالکل خالی ہو جاتا ہے، اس لئے نااہل واوباش لوگ اس میدان میں اپنی من مانی کرتے نظر آتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ ملک میں بالعموم نااہل اور غیر ذمہ دار لوگ حکمرانوں کا انتخاب کر کے صلحاء وشرفاء اور امراء سب کے لئے مسائل پیدا کرنے اور ملک کو دین بلکہ تعمیر وترقی سے دور کرنے کا باعث بنتے رہے ہیں۔ [۱]

افسوس کہ شریف اور مہذب طبقہ تو ووٹ ڈالنے کو شرافت اور تہذیب اور اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے، اور امیر طبقہ کو اپنے مال ودولت کے ناز ونخروں کی وجہ سے ووٹ ڈالنے کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی، جبکہ دیندار طبقہ پہلے سے اسے دینداری کے خلاف سمجھتا ہے، جس کی وجہ سے شریف، امیر اور نیک ودیندار طبقوں کے ووٹوں کی بڑی تعداد ضائع چلی جاتی ہے، اور

---

[۱] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

آج جو خرابیاں انتخابات میں پیش آرہی ہیں ان کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدہ میں آرہا ہے کہ ووٹ عموماً ان لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لئے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے (جواہر الفقہ ج ۲ ص ۳۰۰)

دوسری طرف نااہل، فاسق وفاجر اور اوباش طبقہ ووٹ کے استعمال میں زیادہ پیش پیش نظر آتا ہے، اور وہ اپنے جیسے لوگوں کے حق میں ووٹ دینے کو ترجیح دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں معاشرہ میں زیادہ نااہل، شریر اور فاسق وفاجر حکمرانوں کو ووٹوں میں عام طور پر برتری حاصل ہوجاتی ہے، اور یہ حکمران سالہا سال تک پورے معاشرہ کو ظلم وستم، لوٹ مار، قتل وغارت گری کی چکّی میں پیستے اور فسق وفجور، فحاشی اور بے حیائی کی بھٹی میں جلاتے ہیں؛ جس سے ووٹ استعمال نہ کرنے والے شریف، امیر اور نیک لوگ بھی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، پھر یہی لوگ دن ورات، بدکردار حکمرانوں کی شان میں زبان درازی کرنے میں مبتلا پائے جاتے ہیں، لیکن عمل وانتخاب کے وقت یہ حضرات لاپرواہی اختیار کرتے ہیں، حالانکہ ایسے لوگوں کو شکوے، شکایت کا حق نہیں پہنچنا چاہئے، کیونکہ ان کا اس سلسلہ میں کوئی بہتر وتعمیری کردار ہی نہیں، بلکہ ووٹ ضائع کرکے وہ خود ایک طرح سے اس کے ذمہ دار اور قصوروار ہیں، پھر ان کے شکوہ وشکایت کرنے کے کیا معنیٰ؟

لہٰذا بحالاتِ موجودہ شرفاء، امراء اور صلحاء، وعلماء کا ووٹ کو استعمال نہ کرنا درست طرزِ عمل نہیں ہے۔ [1]

---

[1] حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

موجودہ دور کی گندی سیاست نے الیکشن اور ووٹ کے لفظوں کو اتنا بدنام کردیا ہے کہ ان کے ساتھ مکر وفریب، جھوٹ، رشوت اور دغابازی کا تصور لازمِ ذات ہوکر رہ گیا ہے، اسی لئے اکثر شریف لوگ اس جھنجھٹ میں پڑنے کو مناسب ہی نہیں سمجھتے، اور یہ غلط فہمی تو بے حد عام ہے کہ الیکشن اور ووٹوں کی سیاست کا دین ومذہب سے کوئی واسطہ نہیں، اس سلسلے میں ہمارے معاشرے کے اندر چند در چند غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں، یہاں ان کا ازالہ بھی ضروری ہے۔

پہلی غلط فہمی تو سیدھے سادے لوگوں میں اپنی طبعی شرافت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اس کا منشاء اتنا برا نہیں، لیکن نتائج بہت برے ہیں، وہ غلط فہمی یہ ہے کہ آج کی سیاست مکر وفریب کا دوسرا نام بن چکی ہے، اس لئے شریف آدمیوں کو نہ سیاست میں کوئی حصہ لینا چاہئے، نہ الیکشن میں کھڑا ہونا چاہئے اور نہ ووٹ ڈالنے کے خرخشے میں پڑنا چاہئے یہ غلط فہمی خواہ کتنی نیک نیتی کے ساتھ پیدا ہوئی ہو، لیکن بہر حال غلط اور ملک وملت کے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۶)

ووٹوں میں دھاندلی ہونے کا بہانہ

بعض لوگ ووٹ کی اہمیت کو تو سمجھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل ووٹوں کا نظام صاف شفاف نہیں ہے، ووٹوں میں دھاندلی اور بددیانتی کی جاتی ہے، بہت سے ووٹ جعلی ڈالے جاتے ہیں، یا پھر ووٹوں کی گنتی میں گڑبڑ کی جاتی ہے، اس لئے ہم ووٹ نہیں ڈالتے۔

مگر غور کرنے سے اس خیال کا غلط فہمی پر مبنی ہونا معلوم ہوا، کیونکہ اولاً تو بلاتحقیق دھاندلی اور بددیانتی کا الزام عائد کرنا ہی خود غلط اور گناہ ہے، دوسرے اگر غور کیا جائے تو اس دھاندلی کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لئے سخت مضر ہے۔ ماضی میں ہماری سیاست بلاشبہ مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں گندگی کا ایک تالاب بن چکی ہے، لیکن جب تک کچھ صاف ستھرے لوگ اسے پاک کرنے کے لئے آگے نہیں بڑھیں گے اس گندگی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائیگا۔ اور پھر ایک نہ ایک دن یہ نجاست خود ان کے گھروں تک پہنچ کر رہے گی۔

لہٰذا عقلمندی اور شرافت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ سیاست کی اس گندگی کو دور دور سے برا کہا جاتا رہے بلکہ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ سیاست کے میدان کو ان لوگوں کے ہاتھ سے چھیننے کی کوشش کی جائے جو مسلسل اسے گندا کر رہے ہیں (اسلام اور سیاستِ حاضرہ ص ۱۵، فقہی مقالات ج ۲ ص ۲۸۵ تا ۲۸۶)

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

ووٹ کو محفوظ رکھنا دینداری کا تقاضا نہیں، اس کا زیادہ سے زیادہ صحیح استعمال کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یوں بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر شریف، دین دار اور معتدل مزاج کے لوگ انتخابات کے تمام معاملات سے بالکل یکسو ہو کر بیٹھ جائیں تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ یہ پورا میدان، شریروں، فتنہ پردازوں اور بے دین افراد کے ہاتھوں میں سونپ رہے ہیں، ایسی صورت میں کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ حکومت نیک اور اہلیت رکھنے والے افراد کے ہاتھ میں آئے، اگر دین دار لوگ سیاست سے اتنے بے تعلق ہو کر رہ جائیں تو پھر انہیں ملک کی دینی اور اخلاقی تباہی کا شکوہ کرنے کا بھی کوئی حق نہیں پہنچتا، کیوں کہ اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے اور ان کے حکام کا سارا عذاب وثواب ان ہی کی گردن پر ہوگا اور خود ان کی آنے والی نسلیں اس شر وفساد سے کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکیں گی جس پر بند باندھنے کی انہوں نے کوئی کوشش نہیں کی (اسلام اور سیاستِ حاضرہ ص ۱۸، فقہی مقالات ج ۲ ص ۲۸۸، ۲۸۹)

بڑی وجہ ذمہ دار اور دیانت دار لوگوں کا ووٹوں کے نظام سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھنا ہی ہے، ظاہر ہے کہ جب ذمہ دار اور دیانت دار لوگ ووٹ کے استعمال ہی کی ضرورت نہ سمجھیں گے، تو پھر اس نظام کی نگرانی واصلاح کی زحمت کیونکر کریں گے، ان حالات میں غیر ذمہ دار، اور بددیانت لوگ ہی ووٹوں کے ہر شعبہ میں نگران و ذمہ دار ہوں گے، اور ان حالات میں دھاندلی کی شکایت کرنے والے کی مثال ایسی ہوگی، جیسا کہ کوئی شخص دودھ کی نگرانی پر بلی کو مامور ومقرر کر کے خود الگ ہو کر سکون واطمینان سے بیٹھ جائے، اور جب بلی دودھ پی کر ختم کر دے، تو وہ بلی سے لگے شکوے وشکایت کرنے، ظاہر ہے کہ اس میں بلی کے بجائے خود اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرانا چاہئے۔

تیسرے ہر شخص اپنے دائرۂ کار کی حد تک اپنی ذمہ داری کو نبھانے اور سنبھالنے کا مکلّف ہے، ووٹ کا استعمال اور صحیح استعمال اپنی ذمہ داری ہے، اس کو شرعی وقانونی اعتبار سے پورا کرنا ضروری ہے، اس کو پورا کر دینے سے انسان بری الذمہ ہو جاتا ہے، پھر بھی اگر کوئی دھاندلی کرتا ہے، تو اس کا یہ شخص ذمہ دار نہیں، بلکہ اس کے ذمہ دار وقصوروار خود دھاندلی کرنے والے ہیں۔

چوتھے دھاندلی کا اعتراض کرنے والوں کی اپنی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھیں، اور دھاندلی کے راستہ کو اخلاقی وقانونی طور پر روکنے اور الیکشن کمیشن ادارہ کو مؤثر وفعال بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

غرضیکہ ووٹوں اور الیکشن میں دھاندلی کا بہانہ کر کے الگ تھلگ ہو کر بیٹھ جانا اور ووٹ کا استعمال نہ کرنا ایک غلط طریقہ اور بہتر تبدیلی کے لئے چنا ہوا ایک غلط راستہ ہے، جس سے بچنا چاہئے، اور اس کے بجائے صحیح طریقہ اور راستہ کو اختیار کرنا چاہئے، تاکہ اس پر سفر کر کے منزل تک پہنچا جا سکے۔

انتخابات کا انتظام کرنے والوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنے فرائضِ منصبی

کو ادا کریں، اور اس سلسلہ میں کوتاہی اور غفلت اور بے جا طرفداری سے کام نہ لیں۔ [۱]

(۷)

کسی بھی امیدوار کے اہل نہ ہونے کا بہانہ

عام طور پر دینی ذہن رکھنے والے ایک بڑے طبقہ کی طرف سے یہ بات کثرت سے سامنے آتی ہے کہ آج کل امیدواروں میں سے کوئی بھی امیدوار اہل نہیں ہوتا، اس لئے ان حالات میں کسی امیدوار کے حق میں بھی ووٹ کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

اس بارے میں عرض ہے کہ ہم نے تو بارہا دیکھا کہ بہت سی مرتبہ بااہل اور باصلاحیت صلحاء بلکہ علماء بھی امیدواری کے لئے کھڑے ہوئے، مگر اس طبقہ نے اس وقت بھی ووٹ دینے کی زحمت نہ کی، جس سے اس دعوے کی حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے، پھر جس معاشرہ میں امیدوار کے حق میں رائے استعمال کرنے یا بالفاظِ دیگر ووٹ ڈالنے والے افراد کی اکثریت فاسقوں، فاجروں اور نااہلوں کی ہو، اور دینی ذہن رکھنے والے اور شریف لوگوں کو ووٹوں

---

[۱] پاکستان کے دستور میں اس چیز کی وضاحت کی گئی ہے کہ:

کسی انتخاب کے سلسلہ میں تشکیل کردہ الیکشن کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ انتخاب کا انتظام کرے، اور اسے منعقد کرائے، اور ایسے انتظامات کرے، جو اس امر کے اطمینان کے لئے ضروری ہوں کہ انتخاب ایمانداری، حق اور انصاف کے ساتھ اور قانون کے مطابق منعقد ہو، اور یہ کہ بدعنوانیوں کا سدِ باب ہوسکے۔

کمشنر پر یہ فرض ہوگا کہ وہ:

(الف) قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لئے انتخابی فہرستیں تیار کرے، اور ان فہرستوں پر ہر سال نظرِ ثانی کرے۔

(ب) سینیٹ کے لئے یا کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی میں کسی اتفاقی خالی نشستوں کو پر کرنے کے لئے انتخاب کا انتظام کرے، اور اسے منعقد کرائے اور:

(ج) انتخابی ٹریبونل کو مقرر کرے۔

وفاق اور صوبوں کے تمام حکامِ عاملہ کا فرض ہوگا کہ وہ کمشنر اور الیکشن کمیشن کو اس کے یا ان کے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں مدد کریں (''آرٹیکل ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰'' حصہ ہشتم، انتخابات، باب نمبر۱، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور)

سے کوئی سروکار ہی نہ ہو، تو اس ماحول میں اولاً تو دینی ذہن رکھنے والے امیدوار کو سامنے آنے کا حوصلہ ہی نہیں ہوتا، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حق میں ووٹ کے استعمال کا تناسب اس مقدار کے ساتھ نہیں ہوگا، کہ جو اس کی کامیابی کا باعث بن سکے، اور اگر کوئی ایسا امیدوار کھڑا بھی ہوتا ہے، تو وہ تاریخی ناکامی کا منہ دیکھنے اور ضمانت تک ضبط ہوجانے کے باعث آئندہ کے لئے انتخابات میں حصہ لینے کا نام لینا بھی چھوڑ دیتا ہے۔

ان حالات کے پیشِ نظر یہ کہنا غیر درست اور بے جا نہ ہوگا کہ اچھی اور دینی ذہنیت رکھنے والے امیدوار افراد کے سامنے نہ آنے کا بنیادی سبب اس ذہنیت کی موافقت رکھنے والے افراد کا ووٹ استعمال نہ کرنا ہی ہوا؟ پھر اس طبقہ کے دوسروں کو الزام دینے کے کیا معنیٰ؟

اس کی مثال تو ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' سے زیادہ نہیں ہوگی۔

پھر اگر ووٹ نہ دینے والے اس دیندار طبقہ کو امیدواروں کے اہل نہ ہونے سے اتنی شدید نفرت ہے، تو اس طبقہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود سے اہل افراد کو امیدواری کے لئے کھڑا کریں، اور پھر اس کو ووٹ دیں، ورنہ وہ اپنے اس موقف میں مخلص نہ سمجھے جائیں گے۔

اور اگر کہا جائے کہ موجودہ صورتِ حال میں سبب کچھ بھی ہو، لیکن اب سرِ دست اگر امیدواروں میں کوئی امیدوار بھی پوری اہلیت کا حامل نہ ہو، تو پھر ووٹ ڈالنا کیونکر درست ہوسکتا ہے، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ شریعت نے سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکا، اور گدھے گھوڑے برابر نہیں کئے، بلکہ ایسی صورتِ حال میں شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں جو برائی میں کم ہو، اس کا انتخاب کیا جائے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر امیدواروں میں سے کسی ایک امیدوار کی حالت دوسروں کے مقابلہ میں کم شر والی ہو، تو اس کے حق میں اس نیت سے ووٹ کا استعمال کرنا، تاکہ اس کے ذریعہ سے بڑے شَر والے امیدواروں کی قوت وشوکت کمزور اور مغلوب ہو، شریعت اور عقل وفطرت کے اصول وقاعدہ کے عین مطابق ہے۔

اوراس کے برخلاف ووٹ کو استعمال نہ کرنا، درحقیقت دوسروں کے لئے میدان خالی چھوڑ دینا ہے۔

اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس میدان میں ووٹ استعمال کرنے والوں کی اکثریت اچھے لوگوں کی نہیں ہے، اور وہ اپنے جیسے لوگوں کے انتخاب ہی کو ترجیح دیتے ہیں، اس صورتِ حال میں ان کے مقابلہ میں ووٹ کا استعمال نہ کرنا بھی دراصل ایک طرح سے ان کو قوت بہم پہنچانا ہوا پھر تمام برائیاں ایک وقت میں ہی ختم نہیں ہوتیں، بلکہ ان کے ختم ہونے میں وقت لگتا ہے، اگر آج ایک کم برائی والے امیدوار کو تقویت حاصل ہوگی، اوراس کے مقابلہ میں زیادہ برائی والے امیدواروں کی حوصلہ شکنی ہوگی، تو کل آنے والے وقت میں مزید اچھے لوگوں کو اس میدان میں آگے بڑھنے میں حوصلہ محسوس ہوگا، اور برے لوگوں کو حوصلہ نہیں ہوسکے گا۔

اس قسم کی وجوہات کا تقاضا یہ ہے کہ موجودہ حالات میں بھی ہر شخص اور خاص کر علماء وصلحاء کو دیانت دارانہ وذمہ دارانہ طریقہ پر ووٹ کا استعمال ضرور کرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ اگر کسی کے سامنے پورے معیار کے مطابق قابلِ اطمینان دیانت دار وامانت دار امیدوار نہ ہو اور سارے امیدوار دیانت وامانت اور ذمہ داری کے لحاظ سے کمزور ہوں تو ان میں سے بھی کم درجے کے شر اور ضرر والے شخص یا جماعت کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا چاہیے، یہ سمجھ کر نہیں کہ یہ پوری طرح اس منصب کا اہل ہے بلکہ اس نیت سے کہ اس کے حق میں ووٹ کے استعمال سے زیادہ مضر اور بڑے ظلم وستم والے امیدوار یا امیدواروں یا جماعتوں کی طاقت کمزور ہوگی، اور ویسے بھی کسی حلقے میں جو لوگ امیدواری کے لیے کھڑے ہوں، ووٹ دہندہ کو انہیں میں سے دوسروں کے مقابلے میں کسی بہتر ومناسب امیدوار یا جماعت کے حق میں رائے دینے اور ووٹ ڈالنے کا اختیار ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس فہرست ولسٹ میں موجود اشخاص وافراد میں سے فلاں کو دوسروں کے مقابلہ میں بہتر سمجھتا ہے، اس حیثیت سے بھی دوسرے امیدواروں کے مقابلہ میں بہتر امیدوار کے حق میں ووٹ کا استعمال درست ہوا۔

بہر حال اگر ووٹ کی اہلیت کی تمام صفات واوصاف کی حامل کوئی شخصیت سامنے نہیں تب بھی اپنے حلقہ کے امیدواروں میں سے کم بُرائی والے شخص یا جماعت کو اس نیت سے ووٹ دینا تا کہ زیادہ بُرائی والے کا زور توڑا جاسکے، انتخاب کا ایک کم سے کم شرعی معیار ہے۔اس لیے ایسی صورت میں بھی ووٹ کا استعمال اپنی قبر وآخرت کو سامنے رکھ کر حاضرین میں سے کم شَر والے کے لیے ہونا چاہیے۔ [1]

---

[1] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار قابل اور نیک معلوم ہو اسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی جرم اور پوری قوم وملت پر ظلم کا مرادف ہے، اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنی میں قابل اور دیانت دار نہ معلوم ہو مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت سے غنیمت ہو تو تقلیلِ شر اور تقلیلِ ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ نجاست کے پورے ازالہ پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ نجاست (ناپاکی کم کرنے) کو اور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ ظلم (یعنی ظلم کم کرنے) کو فقہاء رحمہم اللہ نے تجویز فرمایا ہے (جواہر الفقہ ج ۲ ص ۳۰۰)

ملحوظ رہے کہ مستحسن اس وقت تو قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ اس سے زیادہ شر والے کے حق میں دوسرے لوگ ووٹوں کا استعمال نہ کریں، اور اگر معاشرہ میں دوسرے زیادہ شر والے لوگوں کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنے والے لوگ موجود ہوں، تو ان کا زور توڑنے کے لئے کم برائی والے کے حق میں ووٹ کے استعمال کی اہمیت زیادہ بڑھ جاتی ہے، جیسا کہ تقلیلِ نجاست پر قدرت کی صورت میں اس کو اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

اور مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنٰی میں قابل اور دیانت دار نہ معلوم ہو مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور دیانت کے لحاظ سے دوسرے کی نسبت سے، بہتر ہو تو "مَنْ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ فَلْیَخْتَرْ اَھْوَنَھُمَا" (جو دو مصیبتوں میں مبتلا ہو اس کو چاہئے کہ اس کو اختیار کرے جو ان دونوں میں کم درجہ کی ہو) کے اصول پر اس کو ووٹ دے۔ جیسا کہ فقہائے کرام نے نجاست کے پورے ازالہ پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ نجاست (ناپاکی کم کرنے) کو، اور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ ظلم (ظلم کم کرنے) کو تجویز کیا ہے (حیاتِ ترمذی صفحہ ۳۴۵)

اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اگر امیدواروں میں سے کوئی بھی اس معیار پر پورا نہیں اترتا، تو اس شخص کو ووٹ دیجئے، جو ان اوصاف سے سب سے زیادہ قریب ہو، اور اس کا شر دوسروں کے مقابلے میں کم ہو (اسلام اور سیاستِ حاضرہ صفحہ ۱۲)

(۸)

اپنا ایک ووٹ نہ دینے سے فرق نہ پڑنے کا بہانہ

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ایک ووٹ کے نہ دینے سے کون سا فرق پڑتا ہے، اور وہ اس سوچ کی وجہ سے ووٹ نہیں ڈالتے۔

حالانکہ بسا اوقات تو ایک ہی ووٹ فیصلہ کن ثابت ہوجاتا ہے۔

دوسرے اگر ہر شخص اپنے متعلق یہی سمجھنے لگے کہ ایک ووٹ کے استعمال نہ کرنے سے کون سا فرق پڑتا ہے، تو اس طرح تو کوئی شخص بھی ووٹ کو استعمال کرنے والا نہ ملے گا۔

تیسرے اگر کسی کے ایک ووٹ سے کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تب بھی انسان اس کے صحیح استعمال کرنے کے بعد کم از کم اپنی ذمہ داری سے تو سبکدوش ہوجاتا ہے، اور اس سے قیامت کے دن اس کے نتیجے اور فیصلہ کا سوال نہ ہوگا، ہاں اگر استعمال نہ کرتا یا غلط استعمال کرتا تو ضرور سوال ہوتا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ موجودہ طریقۂ کار کے مطابق انتخابات کے ذریعہ ایک عرصہ سے حکومتوں کی آمد ورفت ہوتی رہی ہے، اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اس لئے ملک کا باشندہ ہونے اور انتخابات میں حقِ رائے دہی کا اختیار حاصل ہونے کے اعتبار سے ووٹ دینے کی اہلیت رکھنے والے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ووٹ کو ضائع ہونے سے بچائے، اور اس کا امانت دیانت کے ساتھ استعمال کرے، اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے غفلت ولاپرواہی کا مظاہرہ نہ کرے، کیونکہ ظاہری اسباب کے درجہ میں انتخابات میں ووٹ کی تعداد اور گنتی کے کم یا زیادہ ہونے کی بنیاد پر کسی امیدوار کی فتح وشکست اور انتخاب وعدمِ انتخاب کا فیصلہ ہوتا ہے۔

اور اس حالت میں ایک ایک ووٹ کو بڑی قدر اور اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

لہٰذا اپنے ایک یا چند ووٹوں کو گنتی وتعداد میں تھوڑا سمجھ کر نظر انداز کر دینا درست نہیں۔ [1]

(۹)

ظلم پر اعانت اور دوسروں کے ووٹوں سے کفایت کا دعویٰ

بعض اہلِ علم حضرات یہ کہا کرتے ہیں کہ جب دوسرے لوگ ووٹ دے رہے ہوں تو پھر سب پر یا دوسرے لوگوں پر ووٹ ڈالنے کی ذمہ داری عائد نہیں رہتی، اور ایسی صورت میں ووٹ نہ دینا کوئی جرم اور گناہ نہیں رہتا، کیونکہ اسلام میں گواہی نہ دینے کو اس وقت حرام و ناجائز قرار دیا گیا ہے، جب کسی پر ظلم ہو رہا ہو، اور آپ کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو، اس وقت چونکہ گواہی نہ دینے سے ظلم کا تعاون لازم آتا ہے، لہٰذا اس وقت تو گواہی ضروری ہوگی، لیکن اگر کم از کم دو گواہ اور بھی ہیں، تو آپ کی گواہی نہ دینے سے ظلم کا تعاون نہیں ہوتا، اس لئے ووٹ نہ دینے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر خود گواہی جھوٹ یا غلط ہو، یا گناہ اور ظلم کا ذریعہ بنتی ہو، تو اس صورت میں ووٹ نہ دینا ہی نیک کام ہے، اور اس صورت میں ووٹ نہ دینے کے بجائے، ووٹ دینا ہی گناہ ہے۔

---

[1] حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:
بعض لوگ یہ بھی سوچتے ہیں کہ لاکھوں ووٹوں کے مقابلے میں ایک شخص کے ووٹ کی کیا حیثیت ہے؟ اگر وہ غلط استعمال بھی ہو جائے (یا اس کو ضائع کر دیا جائے اور استعمال ہی نہ کیا جائے) تو ملک وقوم کے مستقبل پر کیا اثر انداز ہو سکتا ہے؟ لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ اول تو اگر ہر شخص ووٹ ڈالتے وقت یہی سوچنے لگے تو ظاہر ہے کہ پوری آبادی میں کوئی ایک ووٹ بھی صحیح استعمال نہیں ہو سکے گا۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ ووٹوں کی گنتی کا جو نظام ہمارے یہاں رائج ہے اس میں صرف ایک ان پڑھ، جاہل شخص کا ووٹ بھی ملک وملت کے لئے فیصلہ کن ہو سکتا ہے، اگر ایک بے دین، بدعقیدہ اور بدکردار امیدوار کے بیلٹ بکس میں صرف ایک ووٹ دوسروں سے زیادہ چلا جائے تو وہ کامیاب ہو کر پوری قوم پر مسلط ہو جائے گا اس طرح بعض اوقات صرف ایک جاہل اور ان پڑھ انسان کی معمولی سی غفلت، بھول چوک یا بددیانتی بھی پورے ملک کو تباہ کر سکتی ہے۔ اس لئے مروّجہ نظام میں ایک ایک ووٹ قیمتی ہے اور یہ ہر فرد کا شرعی، اخلاقی، قومی اور ملّی فریضہ ہے کہ وہ اپنے ووٹ کو اتنی ہی توجہ اور اہمیت کے ساتھ استعمال کرے جس کا وہ فی الواقع مستحق ہے (اسلام اور سیاستِ حاضرہ ص ۲۱، فقہی مقالات ج ۲ ص ۲۹۲ تا ۲۹۳)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو جب بہت سے دوسرے لوگ نااہل اور غلط لوگوں اور امیدواروں کے حق میں ووٹ ڈال کر جھوٹی گواہی کا ارتکاب کررہے ہوں، تو ایسی صورت میں سچی و بہتر گواہی دینا ضروری ہوجاتا ہے، اور یہ کوئی عام گواہی کا مسئلہ نہیں کہ جس میں دو افراد کے ووٹ کافی ہوجاتے ہوں، بلکہ ہزاروں، لاکھوں ووٹ ڈالے جاتے ہیں، اور مختلف شخصیات اور پارٹیوں کے حق میں ڈالے جاتے ہیں، تب جاکر اکثریت پر فیصلہ ہوتا ہے تو اگر بعض کے ووٹ نہ دینے سے باطل اور نااہل یا زیادہ شروضرر والے امیدوار کو اکثریت اور برتری حاصل ہوجائے اور اس کے نتیجہ میں وہ کامیاب قرار پاکر ایک عرصہ کے لئے حکمرانی کے لئے منتخب ہوجائے، تو پھر ہر ایک کے ووٹ کی بڑی قدر و قیمت ہوجاتی ہے، اور فیصلہ کے لئے ایک ووٹ کی کمی وزیادتی کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔

دوسرے ہر گواہی کو جھوٹ یا غلط اور گناہ اور ظلم کا ذریعہ قرار دینا بھی درست نہیں، کیونکہ پانچوں انگلیاں ایک طرح کی نہیں ہوتیں، اور بعض امیدوار اہل بھی ہوتے ہیں، اور اگر سب میں پوری اہلیت نہ ہو، تو باہم تفاوت اور فرق ضرور ہوتا ہے، اور کانے کو اندھے پر ترجیح ہوا کرتی ہے، اور گدھے گھوڑے برابر نہیں ہوا کرتے، جیسا کہ تفصیلاً دوسری جگہ ذکر کیا گیا۔

اسی وجہ سے فقہائے کرام نے ایسی حالت میں کہ جب بہتر حکمران سامنے یا میسر نہ ہوں، تو کم ضرر والے کی حکمرانی کے قیام کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] تقديم الأمثل عند الاضطرار: ذكر الفقهاء أنه إذا تعذر اجتماع كل هذه الشروط فى الناس، وفقد مكتمل هذه الأوصاف فى وقت من الأوقات، فلا يعطل إسناد الولايات العامة فى الدولة، بل يجب تقديم الأصلح والأمثل فى كل ولاية بحسبها، إذ الضرورات تبيح المحظورات، ولأن حفظ بعض المصالح أولى من تضييعها كلها، فلا يجوز تعطيل أصل المصالح لوجود بعض الفسق فى ولاة الأمر، ولأن البعيد مع الأبعد قريب، وأهون الشرين خير بالإضافة، وقد قال الله تعالى :((فاتقوا الله ما استطعتم) فعلق تحصيل التقوى على الاستطاعة، فكذا المصالح كلها.

وقال سبحانه :(لا يكلف الله نفسا إلا وسعها) فدل على أنه لا تكليف إلا مع القدرة، وأن الأمر يسقط بالعجز .وفى ذلك يقول العز بن عبد السلام :لو تعذرت العدالة فى جميع الناس لما جاز تعطيل المصالح المتعلقة بالقضاة والخلفاء والولاة، بل قدمنا أمثل الفسقة فأمثلهم، وأصلحهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۰)

ووٹ ڈالنے کے لئے وقت نہ ہونے کا بہانہ

بعض لوگ یہ عذر کیا کرتے ہیں کہ ووٹ ڈالنے کے لئے طویل وقت درکار ہوتا ہے، لمبی قطاروں میں کھڑا ہونا پڑتا ہے، لہٰذا کون اتنا وقت نکالے اور یہ خواری برداشت کرے۔

حالانکہ یہ طبقہ ووٹوں کے پورے دن گھروں میں بیٹھ کر چھٹی مناتا ہے، اور صبح سے شام تک ذرائع ابلاغ پر ووٹوں کے حالات اور گنتی اور ان کے نتائج کے متعلق خبریں سنتا، اور دیکھتا ہے، اور اگر کوئی کسر باقی رہ جائے تو رات بھر نیند سے محروم رہ کر نتائج کا منتظر رہتا ہے، اس قسم کی خبریں سُننے اور دیکھنے کے لئے تو اس کے پاس صبح سے شام اور شام سے صبح تک کا وقت ہوتا ہے، بلکہ اور مشغولیات کو بھی چھوڑ چھاڑ کر خبریں سُننے اور دیکھنے کا گھر بیٹھے تماشہ دیکھتا ہے، اور اگر ایسا نہ کرے، بلکہ کسی کام مثلاً کاروبار وغیرہ میں مشغول ہو تب بھی نتائجِ بد سامنے آنے کے بعد بلا تفریق ملک بھر کے سب لوگوں کو ووٹوں کے بل بوتے پر نااہل حکمرانوں کے منتخب ہونے کے بعد ملک میں ناجائز قوانین، ظلم وستم، مہنگائی اور غلط انتظامات کے نتیجہ میں بے حد وحساب اوقات بلکہ مال کو بھی قربان کرنا پڑتا ہے، اور ہڑتالوں اور جلسے جلوسوں میں قیمتی وقت خرچ کیا جاتا ہے، کاروبار معطل اور بند کئے جاتے ہیں، اور طرح طرح سے ذہنی وجسمانی تکلیف وکوفت اُٹھانی پڑتی ہے، اور اس قسم کی چیزوں سے دیندار

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

للقيام بذلك فأصلحهم، بناء على أنا إذا أمرنا بأمر أتينا منه بما قدرنا عليه، ويسقط عنا ما عجزنا عنه، ولا شك أن حفظ البعض أولى من تضييع الكل.

ومع أنه يجوز تولية غير الأهل للضرورة إذا كان أصلح الموجود، فيجب مع ذلك السعي في إصلاح الأحوال حتى يكمل في الناس ما لا بد لهم منه من أمور الولايات والإمارات ونحوها، كما يجب على المعسر السعي في وفاء دينه، وإن كان في الحال لا يطلب منه إلا ما يقدر عليه، وكما يجب الاستعداد للجهاد بإعداد القوة ورباط الخيل في وقت سقوطه للعجز، فإن ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص۱۴۴ وص۱۴۵، مادة "ولاية")

لوگ بھی نہیں بچ پاتے، ظاہر ہے کہ یہ تمام نقصانات ووٹ ڈالنے کے لئے نکالے جانے والے تھوڑے سے وقت سے کہیں زیادہ ہیں، اس لئے ووٹ ڈالنے کے لئے وقت نہ ہونے کا عذر، درحقیقت عذرِ لنگ میں داخل اور حماقت یا غلط فہمی پر مبنی ہے۔

(۱۱)

ووٹ ڈالنے کے بجائے حکمرانوں پر تبصرے کرنا

بعض لوگ ایسے بھی معاشرہ میں پائے جاتے ہیں کہ جو ووٹ تو ڈالتے نہیں، لیکن ہمیشہ حکمرانوں کی شان میں نازیبا الفاظ کہتے اور شکوے شکایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، حالانکہ اولاً تو شریعت نے حکمرانوں کے خلاف اس طرح کی بدزبانی وبدکلامی کو پسند ہی نہیں کیا، دوسرے بدزبانی وبدکلامی کرنے سے اصلاحِ احوال بھی ممکن نہیں، تیسرے اصلاحِ احوال کا جو ظاہری سبب ووٹ کی شکل میں حاصل ہے، اس کو اختیار واستعمال کرنا چاہئے، اور اپنے اختیار میں موجود سبب کو ترک کر کے زبان درازی کرنے کا وطیرہ اپنانا اور اختیار کرنا نقل کے علاوہ عقل کی رو سے بھی درست نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حکومت وسیاست پر سالہا سال تبصروں وتجزیوں سے آج تک کچھ حاصل حصول نہیں ہوا، اور ایک دن کے اندر ووٹوں کے استعمال کے ذریعہ سے ظاہری اسباب کے درجہ میں خاموشی کے ساتھ وہ سب کچھ ہوتا رہا، جو سالہا سال کے تبصروں سے نہ ہوسکا۔

(۱۲)

ذاتی تعلقات ومفادات کی خاطر نااہل کو ووٹ دینا

ایک طبقہ وہ ہے جو ووٹ کا استعمال تو کرتا ہے، لیکن اس کے استعمال میں معیار اپنے ذاتی مفاد، یا عصبیت، وبرادری اور نسل پرستی وغیرہ کی بنیاد پر کسی شخصیت کو بناتا ہے؛ جو کہ کسی بھی طرح درست نہیں۔

ووٹ کے استعمال کے لیے انتخاب کا معیار ذاتی مفادات، برادری اور عصبیت ولسانیت پرستی وغیرہ سے بالاتر ہوکر وسیع تر قومی واسلامی مفادات کی خاطر ہونا چاہیے۔

لہٰذا ووٹ کو اپنا ذاتی اور برادریوں کا معاملہ سمجھنا اور اس کو اپنے ذاتی مفادات اور مقاصد کے تابع ہار جیت کا کھیل اور خالص دنیاوی مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ کر ووٹ دینا درست نہیں، ووٹ ایک دینی معاملہ اور حکومت کی تشکیل کا بنیادی پتھر ہے، اسی بنیاد پر آئندہ حکومت کے کاموں کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے اور نفاذِ اسلام اور ملکی تعمیر وترقی اور عوام کی فلاح و بہبود کے کام کا انحصار ہے، لکھے پڑھے دیندار مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ یہ کھیل صرف ہماری دنیا کے نفع ونقصان تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ طاعت ومعصیت اور گناہ وثواب بھی لگا ہوا ہے، اور اس کے اثرات وثمرات اس دنیا کے بعد بھی عذابِ جہنم اور درجاتِ جنت کی صورت میں ظاہر ہوں گے، ایک محدود ومختصر اور عارضی مفاد یا تعلقات کی بنیاد پر نااہل کو ووٹ دے کر پورے ملک وملت کے ساتھ خیانت ودغابازی کا ارتکاب کرنا سنگین جرم ہے، جس سے ہر ایک اور خاص کر مسلمان کو بچنا چاہئے۔ [1]

---

[1] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

ہمارے عوام ہیں کہ انہوں نے اس کو محض ہار جیت کا کھیل سمجھ رکھا ہے، اس لیے ووٹ کا حق کبھی پیسوں کے عوض میں فروخت ہوتا ہے، کبھی کسی دباؤ کے تحت استعمال کیا جاتا ہے، کبھی ناپائیدار دوستوں اور ذلیل وعدوں کے بھروسہ پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اور تو اور لکھے پڑھے دیندار مسلمان بھی نااہل لوگوں کو ووٹ دیتے وقت کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ جھوٹی گواہی دے کر مستحقِ لعنت وعذاب بن رہے ہیں (معارف القرآن ج۳ص ۷۱)

اور مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

چنانچہ بہت سے لوگ اپنا ووٹ اپنی دیانت دارانہ رائے کے بجائے محض ذاتی تعلقات کی بنیاد پر کسی نااہل کو دے دیتے ہیں، وہ دل میں خوب جانتے ہیں کہ جس شخص کو ووٹ دیا جا رہا ہے وہ اس کا اہل نہیں، یا اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا شخص اس سے زیادہ حق دار ہے، لیکن صرف دوستی کے تعلق، برادری کے رشتے یا ظاہری لحاظ ومروت سے متاثر ہوکر وہ اپنے ووٹ کا غلط استعمال کر لیتے ہیں، اور انہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ شرعی اور دینی لحاظ سے انہوں نے کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے، ووٹ ایک شہادت ہے، اور شہادت کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے: وَاِذَاقُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ووٹ کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ اس کی ایک حیثیت گواہی کی ہے، اور گواہی حق اور سچ کے مطابق دینا ضروری ہے، خواہ وہ اپنے عزیز وقریب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ أَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (سورة النساء، آية ۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو انصاف پر قائم ہونے والے اللہ ہی کے لئے گواہی دینے والے بن کر رہو، اگر چہ تمہاری جانوں یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف پڑ جائے، اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے سو تم خواہش کی پیروی نہ کرو انصاف کرنے میں، اور اگر تم (فیصلے کے وقت) بات کو گھما پھرا کر کہو گے یا (حق سے) اعراض کرو گے تو بے شک اللہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور جب کوئی بات کہو تو انصاف کرو، خواہ وہ شخص (جس کے خلاف بات کہی جا رہی ہے) تمہارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ جب کسی شخص کے بارے میں ضمیر اور دیانت کا فیصلہ یہ ہو کہ وہ ووٹ کا مستحق نہیں ہے، یا کوئی دوسرا شخص اس کے مقابلے میں زیادہ اہلیت رکھتا ہے، تو اس وقت محض ذاتی تعلقات کی بنا پر اسے ووٹ دے دینا ''جھوٹی گواہی'' کے حکم میں آتا ہے، اور قرآن کریم میں جھوٹی گواہی کی مذمت اتنی شدت کے ساتھ کی گئی ہے کہ اسے بت پرستی کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ پس پرہیز کرو بتوں کی نجاست سے اور پرہیز کرو جھوٹی بات کہنے سے۔ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کر کے اس پر سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں (اسلام اور سیاستِ حاضرہ ص ۸ تا ۹؛ فقہی مقالات جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

اہل اور حق دار کے بجائے صرف رشتہ داری اور برادری کی وجہ سے کسی اُمیدوار کو ووٹ دینا عصبیت اور جاہلیت کے مترادف ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصبیت کی دلدل میں پھنسنے والوں سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۳۰۷)

تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ تعلق ورشتہ داری اور برادری پرستی وغیرہ کی بنیاد پر کسی نااہل کو ووٹ دینا، اور اس کے مقابل اہل امیدوار کو نظر انداز کر دینا ناانصافی اور ظلم پرستی اور خواہش کی پیروی ہے، جس سے اللہ پوری طرح باخبر ہے، اور اس کا مؤاخذہ فرمائے گا، اور اس کے برعکس عدل وانصاف پسندی پر اجر وانعام سے نوازے گا۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (سورة المائدة، رقم الآية ٨)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کے لئے پوری پابندی کرنے والے، انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تم کو عدل (وانصاف) سے نہ ہٹائے، عدل (وانصاف) کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ پوری طرح خبر رکھنے والا ہے تمہارے اعمال کی (سورہ مائدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی امیدوار سے اختلاف اور عداوت ہونے کی صورت میں بھی اس کے ساتھ عدل وانصاف کرنا چاہئے، تقوے اور اللہ کے خوف کا تقاضا یہی ہے۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ أَوْفُوا ذٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورة الانعام، رقم الآية ١٥٢)

ترجمہ: اور جب تم کوئی بات کرو، تو انصاف کو اختیار کرو، اگرچہ رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو، اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (سورہ انعام)

اس سے معلوم ہوا کہ قرابت داری وبرادری پرستی وغیرہ کی خاطر عدل وانصاف اور حق پرستی کا

دامن چھوڑ دینا، اللہ کے عہد کو توڑنا ہے، جو کہ سخت گناہ ہے۔
اس قسم کی آیات کے پیشِ نظر ووٹ کا ذاتی تعلقات و مفادات اور برادری پرستی وغیرہ کی بنیاد پر ناحق اور بے جا استعمال حرام اور سخت وبال کا باعث ہے۔

(۱۳)

ووٹوں کی نوٹوں کے عوض خرید وفروخت

بعض لوگ ووٹوں کی نوٹوں کے عوض خرید وفروخت کرتے ہیں، جس طرف سے مال اور پیسہ حاصل ہوتا ہے، اس کے حق میں ووٹ کا استعمال کر دیتے ہیں، خواہ وہ اہل ہو یا نا اہل۔
یہ سخت گناہ کی بات اور ایک طرح سے ملک وقوم کے ساتھ غداری بلکہ ضمیر فروشی ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ، وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ. رَجُلٌ عَلٰی فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِیْقٍ، یَمْنَعُ مِنْہُ ابْنَ السَّبِیْلِ، وَرَجُلٌ بَایَعَ رَجُلًا لَا یُبَایِعُہٗ اِلَّا لِلدُّنْیَا، فَاِنْ اَعْطَاہُ مَا یُرِیْدُ وَفٰی لَہٗ وَاِلَّا لَمْ یَفِ لَہٗ، وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَۃٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَلَفَ بِاللّٰہِ لَقَدْ اُعْطٰی بِھَا کَذَا وَکَذَا فَاَخَذَھَا

(بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے اللہ (قیامت کے دن) کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف (رحمت کی) نظر اٹھائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور (ضرورت پڑنے پر) مسافروں کو

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۷۲، کتاب الشھادات، باب الیمین بعد العصر.

نہ دے، دوسرے وہ شخص جو کسی (حکمران وغیرہ) سے بیعت صرف دنیا کی خاطر کرے کہ اگر وہ (حکمران) اس کی مرضی کے مطابق دیتا (اور کام کرتا) ہے تو یہ (بیعت پر) قائم رہتا ہے، ورنہ بیعت کو توڑ دیتا ہے، تیسرے وہ شخص جو کسی سے عصر کے بعد کسی سامان کا سودا کرے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھائے کہ اس کو یہ چیز اتنے اتنے داموں میں ملی ہے اور خریدار اس کو خرید لے (بخاری)

اس حدیث میں عصر کی نماز کا ذکر خاص وجہ سے کیا گیا، کیونکہ ایک تو یہ وقت خاص اہمیت رکھتا ہے، دوسرے اس وقت بندوں کے اعمال لے کر دن کے فرشتے، اللہ کے پاس جاتے ہیں، اور رات کا حساب لکھنے والے فرشتے آتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے دنیا اور مال ودولت یا ذاتی مفادات کی خاطر بیعت ہونا، اللہ کی سخت ناراضگی کا سبب ہے، اور ووٹ کے بارے میں یہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ سیاسی بیعت کی حیثیت بھی رکھتا ہے، لہٰذا کسی نااہل کے حق میں مال ودولت کی خاطر ووٹ کا استعمال کرنا بھی اس وعید میں داخل ہے۔

بلکہ یہ ایک طرح سے رشوت میں بھی داخل ہے، جس کا لین دین جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ فِي الْحُكْمِ (سنن ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہار جیت وغیرہ کا) فیصلہ کرنے پر رشوت

---

[1] رقم الحديث ۱۳۳۶، ابواب الاحكام، باب ما جاء فی الراشی والمرتشی فی الحكم.
قال الترمذی: وفی الباب عن عبد الله بن عمرو، وعائشة، وابن حديدة، وأم سلمة: حديث أبی هريرة حديث حسن وقد روى هذا الحديث، عن أبی سلمة بن عبد الرحمن، عن عبد الله بن عمرو، عن النبی صلی الله عليه وسلم، وروی عن أبی سلمة، عن أبيه، عن النبی صلی الله عليه وسلم ولا يصح وسمعت عبد الله بن عبد الرحمن يقول: حديث أبی سلمة، عن عبد الله بن عمرو عن النبی صلی الله عليه وسلم أحسن شیء فی هذا الباب وأصح.

دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی (ترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے (ترمذی، ابوداؤد)

پس پیسے یا مال ودولت کی خاطر کسی کے حق میں ووٹ کا استعمال رشوت وحرام خوری میں بھی داخل ہوکر سنگین گناہ ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۱۳۳۷، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم، ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۵۸۰، باب فی کراھیۃ الرشوۃ.
قال الترمذی: ھذا حدیث حسن صحیح.

[2] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے، دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنا دین قربان کردینا کتنے ہی مال ودولت کے بدلے میں ہو کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے (جواہر الفقہ ج۲ ص۳۰۱)

اور فتاویٰ بینات میں ہے کہ:

ضرورت ہے کہ ووٹر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرکے اپنے ووٹ کو صحیح مصرف میں استعمال کریں۔
ووٹ کی خرید وفروخت حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ ووٹ ایک حق ہے اور حق کی خرید وفروخت باطل وکالعدم ہے (فتاویٰ بینات جلد سوم صفحہ ۵۰۷)

اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

وہ بلاشبہ قابل صد نفرین وملامت ہیں جو اپنی دولت کے سہارے ووٹ خرید خرید کر اقتدار تک پہنچتے ہیں، لیکن ان کے جرم میں وہ عوام بھی برابر کے شریک ہیں جو کھنکتے ہوئے سکوں کی آواز سن کر قوم، ملک، دین اور اخلاق سب کو بھول جاتے ہیں، اور پھر جب ان کے ووٹوں کے خریدار اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر سارے عوام کا خون نچوڑتے ہیں تو یہ اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کے بجائے حکومت پر تنقید کے بہانے دولت کے کسی نئے سورج کی پرستش شروع کردیتے ہیں (اسلام اور سیاست حاضرہ ص۱۴)

یہ وعیدیں تو صرف ووٹ کے اس غلط استعمال پر صادق آتی ہیں جو محض ذاتی تعلقات کی بنا پر دیا گیا ہو، اور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۴)

نااہل کو ووٹ دینے کا حلف یا عہد، معاہدہ کرنا

بعض اوقات کوئی ووٹ دینے والا شخص دوسرے سے کسی تعلق یا مالی مفاد حاصل کرنے کی خاطر اس کو یقین دلانے کے لئے ووٹ دینے کا عہد، معاہدہ کر لیتا ہے، اور بعض اوقات اس پر حلف بھی اٹھا لیتا ہے، اور بعض اوقات بااثر امیدواروں یا ان کے حواریوں کی طرف سے اس طرح کا عہد یا حلف لے لیا جاتا ہے، جن علاقوں میں وڈیرے اور جاگیردار لوگوں کا دوسروں پر زور ہوتا ہے وہاں یہ کام زیادہ ہوتا ہے۔

اولاً تو کسی سے اس طرح کا نہ تو عہد کرنا چاہئے، اور نہ حلف اٹھانا چاہئے، دوسرے اگر مجبوری یا دباؤ وغیرہ کی خاطر ایسا کر لیا جائے، تب بھی اپنی قبر وآخرت کو سامنے رکھ کر ذمہ داری اور امانت ودیانت داری کے ساتھ ووٹ کا اہل کے حق میں استعمال ضروری ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

روپے پیسے لے کر کسی نااہل کو ووٹ دینے میں تو دو کبیرہ گناہ جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک جھوٹی گواہی، اور دوسرے رشوت خوری (اسلام اور سیاست حاضرہ ص۹)

اور فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

ووٹ کی شرعی حیثیت یا تو شہادت (گواہی) کی ہے، یا سفارش کی۔ اور فقہاء کے نزدیک شہادت پر پیسے لینا جائز نہیں .... اور اگر اُمیدوار کی غرض خرید وفروخت کی نہ ہو بلکہ ویسے لالچ دینے کے لیے ہو کہ پیسے دے کر لوگ مجھے ووٹ دیں گے تو اس صورت میں تقسیم شُدہ اشیاء کی حیثیت رشوت کی ہے اور رشوت لینا اور دینا شرعاً حرام ہے؛ اس لیے ووٹ کے عوض میں کچھ لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۳۱۱)

[۱] چنانچہ مفتی محمد کفایتُ اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

یہ وعدہ کہ میں تمہارے حق میں بہر صورت ووٹ دوں گا، شرعاً وعقلاً اس شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے کہ موعود لہٗ (یعنی جس سے وعدہ کیا گیا ہے) سے بہتر کوئی اُمیدوار موجود نہ ہو، اور اسی صورت میں یہ وعدہ صحیح اور واجبُ الایفاء بھی ہے، لیکن اگر کسی بہتر نمائندے کے موجود ہوتے ہوئے اس سے ادوَن (یعنی کمتر) اور غیر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سورة آل عمران، رقم الآية ۷۷)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مستحق کورائے دینے کا وعدہ کرلیا جائے تو یہ قومی امانت میں خیانت کرنا ہے اور جو وعدہ ایسا ہو کہ خود وہ وعدہ اور اس کا ایفاء (یعنی پورا کرنا) خیانت ہو، وہ وعدہ ہی درست نہیں ہوا، اور اس کا ایفاء بھی جائز نہیں ....اگر کسی بہتر نمائندہ کے ہوتے ہوئے کسی ووٹر نے غیر مستحق اُمیدوار کورائے دینے کا کسی خوف یا طمع یا مروّت کی بناء پر وعدہ کرلیا تو وہ اس وعدہ کرنے میں خیانتِ قومی کا مرتکب ہوا، اور یہ وعدہ بھی درست نہیں ہوا ....جب کوئی ایسا نمائندہ کھڑا ہو جائے جو ملک وقوم وملت کے لیے مفید ہے تو ہر ووٹر کا فرض ہے کہ وہ بہتر اور مفید تر نمائندے کو اپنا ووٹ دے، ایفاءِ وعدہ اور ایفائے عہد وہی لازم اور واجب ہے کہ وہ وعدہ اور عہد بھی فی حدِّ ذاتہٖ (یعنی اپنی ذات میں) صحیح ہو، ورنہ وعدہ اور عہد کیا حلف اور یمین بھی اگر ناجائز اور منکر (غلط کام) پر کرلے تو اس کا پورا نہ کرنا اور حلف کا کفارہ دیدینا جائز بلکہ بعض صورتوں میں (جبکہ محلوف علیہ معصیت ہو) واجب ہے (کفایت المفتی مدلل مکمل مع عنوانات جلد نہم صفحہ ۳۵۴، ۳۵۵)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

وعدہ اگر مستحق اور اہل سے کیا گیا ہو تو اس کو پورا کرنا لازم ہے، بلکہ وعدہ کے بغیر بھی مستحق اور اہل کو ووٹ دینا چاہیے، لیکن اگر وعدہ غیر مستحق اور نااہل سے کرلیا گیا ہو تو ایسا وعدہ ہی صحیح وعدہ نہیں اور اس کو پورا کرنا ایسا ہے جیسا کسی سے شراب پلانے کا وعدہ کر کے اس کو شراب پلانا اور اس کو وعدہ کا ایفا قرار دینا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایفاءِ عہد (یعنی عہد کا پورا کرنا اور نباہنا) اسی صورت میں لازم ہے کہ وہ عہد بھی جائز ہو (ایضاً صفحہ ۳۵۷)

اور فتاویٰ بینات میں ہے کہ:

(کسی نااہل کی طرف سے اپنے حق میں ووٹ کے) حلف کی صورت میں ووٹر پر ضروری ہے کہ قسم توڑ ڈالے اور کسی مستحق شخص کو ووٹ دے؛ اِنْ شاءاللہ اس صورت میں اس کو اپنی قسم توڑنے کا ضرور اَجر ملے گا، البتہ قسم کا کفارہ ضرور اس شخص کے ذمہ واجبُ الاداء ہوگا (فتاویٰ بینات جلد سوم صفحہ ۵۰۷)

اور فتاویٰ حقانیہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے کہ:

بکر چونکہ دیندار اور دیانتدار ہونے کی وجہ سے ووٹ کا صحیح حقدار ہے، اس لیے زید کو چاہیے کہ اپنی قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے اور اپنا ووٹ بکر کے حق میں استعمال کرے، تو شرعاً اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۳۰۸)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے حقیر معاوضہ لیتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور ان سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہ دیکھے گا اور انہیں پاک بھی نہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے (سورہ آلِ عمران)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قسم کے بدلہ اور عوض میں حقیر دنیا کا سودا کرنے والا آخرت میں بڑے خسارہ اور نقصان کو اُٹھائے گا، اور اللہ کی سخت ناراضگی کا مستحق ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَأْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ (بخاری) [1]

ترجمہ: اور جب آپ کسی چیز پر قسم اٹھالیں، پھر آپ اس کے علاوہ میں خیر دیکھیں، تو آپ اس خیر والے کام کو کرلیں اور اپنی قسم کا کفارہ دے دیں (بخاری)

حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَلَفَ أَحَدُكُمْ عَلَى الْيَمِيْنِ، فَرَأٰى خَيْرًا مِّنْهَا، فَلْيُكَفِّرْهَا، وَلْيَأْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی چیز پر قسم اٹھالے، پھر اس کے علاوہ میں خیر دیکھے، تو اس قسم کا کفارہ دیدے، اور جو خیر والی چیز ہے، اس کو اختیار کرلے (مسلم)

حضرت مالک بن نضر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِىْ أَتَيْتُهُ أَسْأَلُهُ فَلَا يُعْطِيْنِىْ وَلَا

---

[1] رقم الحديث ٦٧٢٢، كتاب كفارات الأيمان، باب الكفارة قبل الحنث وبعده.

[2] رقم الحديث ١٦٥١ "١٧" كتاب الأيمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها، أن يأتى الذى هو خير، ويكفر عن يمينه.

يَصِلُنِىُ، ثُمَّ يَحُتَاجُ إِلَىَّ فَيَأْتِيُنِىُ فَيَسُأَلُنِىُ، وَقَدُ حَلَفُتُ أَنُ لَّا أُعُطِيَهُ وَلَا أَصِلَهُ، فَأَمَرَنِىُ أَنُ آتِىَ الَّذِىُ هُوَ خَيُرٌ، وَأُكَفِّرَ عَنُ يَمِيُنِىُ (سنن نسائی) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ میں اپنے چچا زاد بھائی کے پاس اپنی کسی ضرورت کا سوال کرنے کے لئے جاتا ہوں، اور وہ میری مدد نہیں کرتا، اور نہ میرے ساتھ صلہ رحمی (یعنی رشتہ داری کے حقوق پورے) کرتا، پھر اس کو میری طرف کوئی ضرورت پیش آ جاتی ہے، اور وہ میرے پاس آ کر اس ضرورت کا سوال کرتا ہے، اور میں یہ قسم کھا چکا ہوں کہ اس کو نہیں دوں گا (یعنی اس کی مدد نہیں کروں گا) اور نہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا (تو میرے لئے کیا حکم ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اس کام کو کروں، جو خیر والا ہے (یعنی اس کی مدد اور صلہ رحمی کروں) اور اپنی قسم کا کفارہ دوں (نسائی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی قسم کھانے کے بعد اگر اس کی خلاف ورزی میں خیر ہو، تو اس قسم کو توڑ دینا چاہیئے، اور اس کا کفارہ دید ینا چاہیئے۔

اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں و ناداروں کو اوسط درجہ کا دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے، یا دس مسکینوں کو لباس فراہم کرے، یا ایک شرعی غلام و باندی کو (اگر میسر ہو) آزاد کرے، اور اگر ان میں سے کسی چیز کی قدرت نہ ہو، مثلاً کوئی شخص غریب و مسکین ہو، تو پھر تین دن کے روزے رکھے۔

اور اگر تین دن دو وقت دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کے بجائے دس صدقۂ فطر کے برابر دس غریبوں و مسکینوں کو یا ایک مسکین کو دس دن تک رقم دے دے، تو بھی جائز ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۳۷۸۸، كتاب الأيمان والنذور، باب الكفارة بعد الحنث، واللفظ لهٗ، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ۴۷۱۲.

(۱۵)

نااہل کو ووٹ دینے کا ایک نفسانی و شیطانی حیلہ

بعض حضرات یہ سوچتے ہیں کہ اگر نااہل کو ووٹ دینا گناہ ہے تو ہم کون سے پاکباز ہیں؟ ہم صبح سے لے کر شام تک بے شمار گناہوں میں ملوّث رہتے ہیں، اگر اپنے گناہوں کی طویل فہرست میں ایک اور گناہ کا اضافہ ہو جائے گا تو کیا حرج ہے؟

لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ یہ نفس و شیطان کا بڑا دھوکہ ہے، اول تو انسان اگر ہر گناہ کے ارتکاب کے وقت یہی سوچا کرے تو وہ کبھی کسی گناہ سے نہیں بچ سکتا، اگر کوئی شخص تھوڑی سے گندگی میں ملوّث ہو جائے تو اس کا حل یہ ہے کہ اس سے پاک ہونے کی فکر کرے، نہ یہ کہ وہ غلاظت کے کسی گڑھے میں چھلانگ لگا دے۔

دوسری بات یہ ہے کہ گناہ کی نوعیّتوں میں بھی بڑا فرق ہے، جن گناہوں کے نتائجِ بد پوری قوم کو بھگتنے پڑیں، ان کا معاملہ عام اور پرائیویٹ یا نجی گناہوں کے مقابلے میں بہت سخت ہے، انفرادی نوعیت کے جرائم، خواہ اپنی ذات میں کتنے ہی گھناؤنے اور شدید ہوں، لیکن ان کے اثرات دو چار افراد سے آگے نہیں بڑھتے، اس لئے ان کی تلافی بھی عموماً اختیار میں ہوتی ہے، اور ان سے توبہ واستغفار کر لینا بھی آسان ہوتا ہے اور ان کے معاف ہو جانے کی امید بھی ہر وقت کی جا سکتی ہے، اور اس کے برخلاف جس گناہ کا برا نتیجہ پورے ملک اور پوری قوم نے بھگتنا ہو، اس کی تلافی کی کوئی آسان صورت نہیں، یہ تیر کمان سے نکلنے کے بعد واپس نہیں آ سکتا، اس لئے اگر کسی وقت انسان اس بدعملی سے آئندہ کے لئے توبہ کر لے تو کم از کم ماضی کے جرم سے عہدہ برا ہونا بہت مشکل ہے، اور اس کے عذاب سے رہائی کی امید بہت کم ہے۔

اس حیثیت سے یہ گناہ چوری، ڈاکہ، زنا کاری اور اس طرح کے دوسرے گناہوں سے شدید تر ہے، اور اسے دوسرے جرائم پر قیاس کرنا غلط ہے۔

یہ درست ہے کہ ہم صبح وشام بیسیوں گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، مگر یہ سب گناہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت توبہ کی توفیق بخشے تو معاف بھی ہوسکتے ہیں اور ان کی تلافی بھی کی جاسکتی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنی گردن ووٹ کا ناحق اور بے جا استعمال کر کے ایک ایسے گناہ میں پھنسالیں جس کی تلافی ناممکن اور جس کی معافی بہت مشکل ہے (ماخوذ از: فقہی مقالات، بتغیر واضافہ، جلد دوم صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۲، لمفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

(۱۶)

ووٹ اور سیاست کے شریعت سے خارج ہونے کا دعویٰ

ووٹ کا استعمال نہ کرنے یا ووٹ کا غلط استعمال کرنے والے بعض مسلمان یہ کہا کرتے ہیں کہ ووٹ اور سیاست کا دین وشریعت سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے اس سلسلہ میں ہم آزاد ہیں کہ جو چاہیں کریں۔

حالانکہ یہ سوچ انتہائی غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ اولاً تو دین وشریعت نے ہر چیز کے احکام پیش کئے ہیں، خواہ وہ چیز دین سے متعلق ہو، یا دین سے متعلق نہ ہو، دوسرے جب کوئی دنیا کا کام کیا جائے، اور اس میں دین وشریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی جائے، تو پھر بہرحال اس پر شریعت کا حکم لاگو ہوا کرتا ہے، تیسرے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ ووٹ اور سیاست کا دین وشریعت سے کوئی تعلق نہیں، اور یہ بات تفصیل کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے کہ ووٹ کی کئی شرعی حیثیتیں ہیں، سیاست کو دین وشریعت سے الگ قرار دینے کے اس طرح کا نظریہ عیسائیوں میں پایا جاتا ہے، چنانچہ عیسائیت کا یہ باطل نظریہ بہت مشہور ہے کہ:

''قیصر کا حق قیصر کو دو، اور کلیسا کا حق کلیسا کو''

جس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب کا سیاست میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور دونوں کے عمل کا میدان مختلف ہے، دونوں کو اپنے اپنے میدان میں ایک دوسرے کی مداخلت کے بغیر کام کرنا

چاہیئے، دین وسیاست کی تفریق کا یہی نظریہ ترقی کر کے ''سیکولرازم'' کی شکل اختیار کر گیا، جو آج کے نظام ہائے سیاست میں مقبول ترین نظریہ سمجھا جاتا ہے اوراس نظریہ کے تحت سیاست کے تمام معاملات مذہب کی پابندیوں سے آزاد ہوکر انجام دیئے جاتے ہیں۔

اسی نظریہ کی تردید کرتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؏

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اس کے بالکل برعکس بعض لوگ اس حد تک چلے گئے کہ انہوں نے سیاست اور حکومت کو اسلام کا مقصودِ اصلی اس کا حقیقی نصبُ العین اور بعثتِ انبیاء کا مطمحِ نظر، بلکہ انسان کی تخلیق کا اصل ہدف قرار دے دیا، اور اسلام کے دوسرے احکام مثلاً عبادات وغیرہ کو نہ صرف ثانوی حیثیت دے دی، بلکہ انہیں اسی مقصودِ اصلی، یعنی سیاست کے حصول کا ایک ذریعہ اوراس کی تربیت کا ایک طریقہ قرار دے دیا، ان لوگوں نے سیاست کو اسلامی بنانے کے بجائے اسلام کو سیاسی بنا دیا، کہنا یہ تھا کہ ''سیاست'' کو دین سے الگ نہ ہونا چاہیئے، لیکن کہا یہ کہ دین کو سیاست سے الگ نہیں ہونا چاہیئے، اس کا نتیجہ اس نقصان کی شکل میں ظاہر ہوا کہ دین کی مجموعی تصویر اوراس کی ترجیحات کی ترتیب الٹ کر رہ گئی۔

حالانکہ ان دونوں انتہاء پسندانہ نظریوں کے برعکس اسلام کا صحیح معتدل نظریہ یہ ہے کہ سیاست وحکومت شریعت کا حصہ ہے۔ مگر سیاست کو شریعت کے تابع رکھنا ضروری ہے اور سیاست کے نام پر شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہونا جائز نہیں۔

لہٰذا سیاست اور شریعت کو دین سے الگ قرار دے کر اپنے آپ کو ووٹ کے معاملہ میں آزاد سمجھ لینا، اوراس میں شرعی پابندیوں کو نظرانداز کر کے من مانی کرنا درست نہیں۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:
سیاست اسلام میں کوئی شجرۂ ممنوعہ نہیں ہے، بلکہ دین ہی کا ایک شعبہ ہے، لیکن ہم مسلمانوں کو یہ بات کسی وقت فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ ہماری سیاست غیر مسلموں کی سیاست سے بالکل مختلف ہونی چاہیئے، اسلام میں گوئبلز اور میکاؤلی کی سیاست کی کوئی گنجائش نہیں جس میں جھوٹ اور مکر وفریب کی کھلی چھوٹ ہوتی ہے
(اسلام اور سیاستِ حاضرہ ص ۲۵ تا ۲۶)

اس بحث کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ ووٹوں کے استعمال نہ کرنے یا غلط استعمال کرنے کے متعلق مذکورہ اور اس جیسی دوسری غلط فہمیاں اور کوتاہیاں عقل ونقل کی رو سے بے بنیاد اور غلط ہیں، اور جب تک معاشرہ میں پائی جانے والی اس قسم کی بے اعتدالیاں اور غلط فہمیاں وکوتاہیاں دُور نہ ہوں، اس وقت تک ظاہری اسباب کے درجہ میں کسی بہتر تبدیلی، اور ملک وملت کی خوشحالی کی توقع رکھنا اور ملک میں جاری دہشت گردی، قتل وغارت گری، کرپشن، لوٹ مار، اغوا کاری، مہنگائی، بے روزگاری، فحاشی اور بے حیائی وغیرہ جیسی خرابیوں سے نجات کا حاصل ہونا بظاہر مشکل ہے۔

اس لئے انتخابات میں ملک کے ہر باشندہ کو امانت ودیانت کے ساتھ اپنے ووٹ کا ذمہ دارانہ استعمال ضروری ہے۔

اور اس میدان کو نااہل امیدواروں اور ووٹروں کے حوالہ کر کے گھر میں بیٹھ جانے کا طرزِ عمل عقل ونقل کے خلاف ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

امید ہے کہ اگر ہم سب مل کر اور ہر قسم کے تعصّبات اور ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر وسیع تر قومی ودینی اور ملکی مفادات کو سامنے رکھ کر ووٹ کا دیانت دارانہ وذمہ دارانہ استعمال کریں گے، اور مندرجہ بالا اور اس جیسی غلط فہمیوں اور کوتاہیوں سے نجات حاصل کریں گے، تو اللہ تعالیٰ بدتر کے مقابلہ میں بہتر اور پھر اس سے بھی بہتر نتائج سے محروم نہیں فرمائیں گے، جس سے ان شاء اللہ ہم اور ہماری آنے والی نسل فائدہ اُٹھائے گی۔

اور اگر ہم اس سلسلہ میں غفلت ولاپرواہی کا مظاہرہ کریں گے، تو اس کے نقصان وخسارہ کے اثرات ونتائجِ بد سے نہیں بچ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ووٹ کے آداب

(۱)...... آج کل رائج سیاست اور ووٹ کے نظام وطریقۂ کار کے سب جزئیات اگرچہ پوری طرح اسلامی اُصولوں سے ہم آہنگ نہیں، لیکن جب تک اس کی پوری اصلاح نہ ہو، اس وقت تک اپنی طرف سے اس کی اصلاح کی ذمہ داری سے غافل نہ ہوئیے۔

اور مروّجہ نظام کے تحت موجودہ حالات میں آپ کم ازکم ووٹ کا صحیح استعمال کر کے سیاست وحکومت کی جزوی اصلاح کا ذریعہ بن سکتے ہیں، اور یہ سمجھنا کہ ہمارے ووٹ اور سیاست کا دین ومذہب سے کوئی تعلق نہیں، سراسر دین ومذہبِ اسلام سے ناواقفی کی علامت ہے۔

(۲)...... ووٹ کا صحیح استعمال ایک دینی اور قومی فریضہ ہے، اسے ضائع، ناکارہ اور اس کا غلط استعمال نہ کیجیے؛ اور خود اور اپنے اہلِ خانہ سمیت دوست احباب کو بھی اس کے صحیح استعمال کی ترغیب دیجیے، اور اپنے یا چند ووٹوں کو کسی امیدوار کے خلاف یا اس کے حق میں فیصلہ ونتیجہ کے لیے حقیر چیز نہ سمجھیے، کیونکہ فیصلے وانتخاب کے لئے ایک ایک ووٹ بہت اہمیت رکھتا ہے۔

(۳)...... ووٹ کا استعمال ہر قسم کے ذاتی وشخصی مفادات اور برادری پرستی، صوبائی، لسانی اور ہر قسم کے تعصّبات سے بالاتر ہو کر وسیع تر دینی، قومی اور ملکی اجتماعی مفادات کے لئے کیجئے، صرف جان پہچان، ذاتی تعلقات، شخصی ضرورت، اور اپنی برادری، یا علاقہ کا باشندہ ہونے کی اغراض پر وسیع تر اجتماعی قومی مفادات کو قربان کر دینا بلکہ بھینٹ چڑھا دینا، دنیا وآخرت کے اعتبار سے سخت تباہ کن معاملہ ہے، اور اگر مسلم کے مقابلہ میں غیر مسلم ہو تو یہ سمجھ لیجئے کہ مسلمان ایک قوم ہے اور اس کے مقابلہ میں غیر مسلم دوسری قوم، ووٹ کسی لالچ یا پیسوں کے عوض استعمال کرنا سنگین گناہ ہے، اگر کسی نااہل یا غیر مستحق کو ووٹ دینے کا وعدہ یا حلف کر لیا ہو تب بھی اس کے حق میں ووٹ کا استعمال جائز نہیں ہو جاتا۔

(۴)...... کسی بھی جماعت کو ووٹ دینے سے پہلے اس جماعت کے منشور کا جائزہ لے لیجیے،

اور جس جماعت کا منشور اسلام اور ملک وملت کے لحاظ سے دوسری جماعتوں کے مقابلہ میں بہتر و غنیمت ہو، اس کے حق میں ووٹ کا استعمال کیجیے۔

(۵)...... لبرل اور سیکولرز جماعت اور پارٹی کے مقابلہ میں ایسی جماعت و پارٹی کو ووٹ دیجئے جو دین کی کسی نہ کسی درجہ میں پابند ہو اور اس کا منشور دینی، قومی اور وسیع تر قومی وملکی لحاظ سے دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہو۔

(۶)...... جماعتی انتخابات ہو رہے ہوں اور کسی جماعت کا منشور مجموعی طور پر دینی وقومی یا کم از کم قومی وملکی سالمیت واستحکام کے اعتبار سے دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہو تو اس کے مقابلہ میں آزاد امیدوار کے حق میں ووٹ استعمال نہ کیجئے، کیونکہ آزاد امیدوار عام طور پر کسی منشور کا پابند نہیں ہوتا، اس لیے اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، وہ عموماً فتح یاب ہو کر اپنے ذاتی مفاد کو دیکھتے ہوئے بلکہ حقیر مال ودولت کے عوض اپنے عہدہ ومنصب کی سودے بازی کرتے ہوئے کسی بھی پارٹی کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے، خواہ وہ پارٹی دینی وملکی لحاظ سے کتنی ہی مضر اور نقصان دہ کیوں نہ ہو، اور اس طرح وہ بہت سے لوگوں کے ووٹ حاصل کر کے ان ہی لوگوں کی مخالف جماعت و پارٹی کے ساتھ شامل ہو کر بہتر جماعت و پارٹی کو نقصان پہنچانے کا باعث بن جاتا ہے۔

(۷)...... اگر آپ کسی غیر مسلم ملک کے باشندے ہیں، اور وہاں تمام امیدوار غیر مسلم ہیں، تو اس امیدوار اور جماعت کو ووٹ دیجئے، جو دوسروں کے مقابلہ میں امانت دار اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور امن پسند ہو، ورنہ غیر مسلم کے مقابلہ میں مسلم ہو تو اس کو ترجیح دیجئے۔

(۸)...... اگر خود سے ووٹ کی اہلیت رکھنے والے امیدوار کا انتخاب کرنے میں تذبذب ہو رہا ہو، تو اہلِ رائے واہلِ دانش، ہمدرد وخیر خواہ لوگوں سے مشورہ کر لیجئے، اور ہو سکے تو خالی الذہن ہو کر اللہ تعالیٰ سے سنت کے مطابق استخارہ بھی کر لیجئے۔

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمالیجیے)

(۹)...... اس بات کا یقین کر لیجیے کہ آپ کا نام پہلے سے ووٹر لِسٹ کے اندر درج ہے، اور

اگر درج نہیں ہے تو اُس کا اپنے متعلقہ حلقہ کے ذمہ داران کے ذریعہ بروقت اندارج کروالیجیے، تاکہ آپ کا ووٹ تیار ہوجائے اور آپ وقت پر ووٹ استعمال کرسکیں۔

(۱۰)...... اگر ممکن ہو تو اپنا ووٹ نمبر اور خاندان نمبر پہلے سے معلوم کرکے اپنے پاس تحریری یا زبانی طور پر محفوظ کرلیجیے تاکہ بروقت کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

(۱۱)...... قانونی طور پر جو کوائف ووٹ ڈالنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، اُن کا پہلے سے انتظام کرلیجیے مثلاً اصل شناختی کارڈ وغیرہ کا مہیا ہونا۔

(۱۲)...... یہ تحقیق کرلیجیے کہ آپ کا ووٹ استعمال ہونے کے لئے کون سی جگہ اور کون سا پولنگ اسٹیشن مقرر کیا گیا ہے، تاکہ بروقت تلاش میں دشواری اور مشکل پیش نہ آئے۔

(۱۳)...... اگر صبح پہلے وقت میں ووٹ ڈالنے کا موقع مل جائے تو بہت اچھا ہے تاکہ پہلے وقت میں فراغت حاصل کرکے پورا دن اس کی فکر سَر پَر سوار رہنے سے حفاظت رہے۔

(۱۴)...... ووٹ ڈالنے کے لیے قطار میں کھڑے ہوکر اپنی باری کا انتظار کیجیے، کوئی مجبوری ہو تو انتظامیہ یا قطار میں موجود لوگوں سے درخواست یا اپنا عذر پیش کرکے باری سے پہلے ووٹ ڈالنے کی اجازت حاصل کرلیجئے۔

(۱۵)...... ووٹوں کے مخصوص کاغذ یعنی بیلٹ پیپر پر جس انتخابی نشان پر آپ مہر لگانا چاہتے ہوں، اس نشان کے لئے بنائے گئے ڈبے (نام یا انتخابی نشان) کے اندر مہر لگایئے، دو ناموں یا دو نشانوں کے درمیان میں مہر لگانے سے ووٹ ضائع ہوجاتا ہے۔

(۱۶)...... بیلٹ پیپر پر اپنے منتخب کردہ انتخابی نشان پر مہر لگانے کے بعد اُس پیپر کو (چوڑائی کے بجائے) لمبائی کے رُخ میں بند کرکے مخصوص بکس میں ڈالدیجئے، تاکہ مہر کے نشان کا عکس کسی دوسرے انتخابی نشان پر آکر آپ کے ووٹ کو ضائع نہ کردے۔

(۱۷)...... ووٹ ڈالنے کے بعد بلاضرورت اس بات کی تشہیر نہ کیجیے کہ آپ نے ووٹ کس کے حق میں استعمال کیا ہے، اور نہ ہی کسی دوسرے پر طعن وتشنیع کیجئے کیونکہ بسا اوقات اس

سے بُغض وعداوت اور بھاری نقصان ہوجاتا ہے۔

(۱۸)...... اگر ایک مرتبہ ووٹ ڈال چکے ہیں، تو دوسری مرتبہ جعلی ووٹ ہرگز نہ دیجئے، کیونکہ یہ شرعاً وقانوناً جرم اور گناہ کی بات ہے۔

(۱۹)...... کسی فرد یا جماعت کو ووٹ دینے پر روپیہ پیسہ اور عہدہ وغیرہ طلب مت کیجئے، ورنہ یہ مال ومنصب حلال نہ کہلائے گا۔

(۲۰)...... ووٹ کی ذمہ داری سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت اور ملک وملت کے خیرخواہ وہمدرد، منصف وعادِل حکمرانوں کے حاصل ہونے کی اللہ سے دعاء کیجیے، اور نتائج کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردیجئے۔

نوٹ: اگر مسلمان آپس میں مل کر ایک خیرخواہ اور صاحبِ علم لوگوں کی جماعت تشکیل دے لیں، اور پھر وہ جماعت خوب غور وفکر اور تحقیق کے بعد عام مسلمانوں کے سامنے مختلف مقامات پر کھڑے امیدواروں میں سے دوسرے کے مقابلہ میں بہتر امیدوار کی نشاندہی کردیا کرے، تو اس سے عوام کے لئے بہت سہولت ہوسکتی ہے، مگر آج کل افراتفری کے دور میں اس کا انتظام مشکل ہے، البتہ انفرادی طور پر مسلمانوں کے مقتداؤں کو دیانت داری کے ساتھ اپنے اپنے حلقوں میں حکمت کے ساتھ نشاندہی کرنے میں حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق حکمرانوں اور عوام کو اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرنے اور اس سلسلہ میں کوتاہی کا ارتکاب کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

محمد رضوان

۵/ رجب المرجب/۱۴۳۴ھ 5 /مئی/2013ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیاست وحکومت

Politics And Government

قرآن وسنت کی روشنی میں خالق اور مخلوق کی حکومت وحکمرانی میں فرق، انسانی حکومت وحکمرانی کے متعلق اسلام کی قیمتی، مفید تر جامع تعلیمات وہدایات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف حکومتوں و حکمرانوں کی پیشین گوئیاں، نااہل، ظالم اور خائن حکمرانوں کے لئے وعیدیں اور اہل، مُنصِف وعادل حکمرانوں کی فضیلت، وزیروں اور مشیروں کے متعلق اوصاف وہدایات، حکمرانوں وافسروں کی رشوت وبھتہ اور ظالمانہ ٹیکس خوری، قومی املاک کی حفاظت کی اہمیت وفضیلت اور خیانت کا وبال، جرائم اور اُن کا مؤثر ومعتدل قانونی انسداد، اسلام میں حکمرانوں کے حقوق اور حکومتی قوانین کی حیثیت، اتحاد واتفاق کا حکم اور تفریق کی ممانعت، ظالم حکمرانوں کے خلاف مؤثر ومفید طرزِ عمل اور ہڑتال وغیرہ کا حکم، غیر مسلموں کے ساتھ معاملات وبرتاؤ اور ان کے حقوق، اسلامی ملک کی حفاظت وپاسبانی کی فضیلت واہمیت، انتخاب اور ووٹ کے شرعی احکام وآداب سیاست وحکومت سے متعلق اسلام کی پاکیزہ اُصولی منصوص تعلیمات کا جامع ذخیرہ

مُصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان